یزید پر لعنت کا جواز

تصنیف

علامہ عبدالرحمن ابن جوزی

المتوفی ۵۹۷ھ

ترجمہ

سید اشتیاق حسین گیلانی

(لندن)

صفہ فاؤنڈیشن

اَلرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِیْدِ الْمَانِعِ مِنْ ذَمِّ یَزِیْدُ

یزید کی مذمت سے روکنے والے مخالفِ حق سرکش متعصب کا رد

﴿تألیف﴾

الامام العلامه جمال الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن علی

بن محمد ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ هجری)

﴿تحقیق﴾

ڈاکٹر ھیثم عبدالسلام محمد

یزید اور اس کے وکیلوں کا پوسٹ مارٹم

(مسئلہ لعن یزید)

﴿مترجم﴾

سید اشتیاق حسین شاہ گیلانی

چیئرمین انٹرنیشنل سادات فاؤنڈیشن والتھم سٹو۔ لندن

صفہ فاؤنڈیشن

اَلرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيْدِ

الْمَانِعِ مِنْ ذَمِّ يَزِيْدُ

یزید کی مذمت سے روکنے والے مخالفِ حق سرکش متعصب کارد

﴿تالیف﴾

الامام العلامه جمال الدین ابی الفرج عبدالرحمن بن علی

بن محمد ابن الجوزی (المتوفی ۵۹۷ هجری)

﴿تحقیق﴾

ڈاکٹر هیثم عبدالسلام محمد

یزیداوراس کے وکیلوں کا پوسٹ مارٹم

(مسئلہ لعن یزید)

﴿مترجم﴾

سید اشتیاق حسین شاہ گیلانی

چیئرمین انٹرنیشنل سادات فاؤنڈیشن واتھم سٹو۔ لندن

صفہ فاؤنڈیشن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نام کتاب .... الرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيْدِ الْمَانِعِ مِنْ ذَمِّ يَزِيْد

اردو ترجمہ .... **یزید پر لعنت کا جواز**

تالیف .... علامہ ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن الجوزی (۵۹۷ھ)

ترجمہ .... علامہ سید اشتیاق حسین شاہ گیلانی، (لندن)

زیر نگرانی .... علامہ محمد عمر حیات قادری

ناشر .... صفہ فاؤنڈیشن

تاریخ اشاعت .... مئی 2011ء

باہتمام .... ریاض قدیر قادری

طابع .... حافظ نثار احمد قادری

❋ صفہ فاؤنڈیشن مدینہ مارکیٹ دہلی چوک صدر لاہور کینٹ فون 042-36664563

❋ مکتبہ قادریہ داتا دربار مارکیٹ لاہور Ph:042-37226193, Cell:0321-7226193

U.K. Suffah Foundation, PO Box 1625, Huddersfield HD1 9QW (U.K)
Markazi Jamia Masjid Ghausia, 73 Victoria Road, Huddersfield
www.suffahfoundation.com // info@suffahfoundation.com
Web:www.facebook.com/suffahfoundation

For Donation: *Bank Name: HSBC Account Name: Suffah Foundation*
Account # 74092694 Sort Code: 40-25-10
International Band Account # GB36MIDL40251074092694
Branch Identifior Code MIDLGB2104U

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

تقریظ

جانشین شرف ملت علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

الحمد للہ الذی رفع مراتب الشہداء و وصفہم فی کتابہ بالاحیاء، والصلوٰۃ والسلام علی إمام الأنبیاء سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم و علی آلہ النجباء و اصحابہ الکرماء۔

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور بارگاہِ حبیب کبریاء میں ہدیۂ درود وسلام کے بعد۔ واقعۂ کربلاء صرف اسلامی تاریخ کا ہی نہیں بلکہ انسانی تاریخ کا انتہائی دردناک اور المناک واقعہ ہے، مگر کربلا کے میدان میں جس ہمت، جواں مردی اور جرأت کے ساتھ خانوادۂ رسول نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس شان سے جان کا نذرانہ پیش کیا کہ تاریخ میں اس کی مثال ملنا ناممکن ہے، بچوں، جوانوں اور مستورات نے بے مثال صبر و استقامت کا عملی مظاہرہ کر کے قیامت تک آنے والے حق پرستوں کو یہ پیغام دے دیا کہ:

مر کے مٹی میں ملیں گے وقت کے سارے یزید
حشر تک باقی رہے گا احتشامِ اہل بیت

واقعۂ کربلا میں جہاں یزیدی کردار نے انسانیت کا سر جھکا دیا ہے وہاں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے قیامت تک آنے والے حق پرستوں کو حق کا پرچم بلند کرنے کا حوصلہ دے دیا ہے۔ وہ رؤوف ورحیم نبی جو قبرانور میں اپنے عام امتیوں کے اعمالِ صالحہ ملاحظہ فرما کر اللہ کی حمد وثنا بیان فرماتے ہیں، آپ نے اپنے نواسے کی استقامت اور شہادت کو ملاحظہ فرما کر آپ نے جانے کن حسین کلمات کے ساتھ اپنے ربّ کی حمد وثنا اور پاکی بیان کی ہو گی،

حلمی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کا عظیم خانوادہ ہی تاریخِ انسانیت کے اس عظیم امتحان میں صبر وشکر کا پیکر بن کر سرخرو ہوسکتا ہے۔

واقعۂ کربلا سے جہاں اہل بیت کی عظمت کے حیرت انگیز نقوش اجاگر ہوتے ہیں وہیں یزید اور اس کے ساتھیوں کا شرمناک کردار بھی سامنے آتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اُس بدبخت نے کس شقاوت کے ساتھ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں کھیلنے اور آپ کے مبارک شانے پر سوار ہونے والے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے گھرانے کے بچوں کو شہید کروایا، سیدنا امام حسین کا سر اقدس نیزے پر بلند کروایا، اور اس ظالم کی انسانیت جانے کہاں جا سوئی تھی کہ جب اس بدبخت کو امام عالی مقام کا کٹا ہوا سر پیش کیا گیا تو اُس نے آپ کے اُس چہرے پر چھڑی سے خانوادۂ اہل بیت کی مستورات کے سامنے ضربیں لگانے کی جسارت کی جسے رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم محبت سے بوسہ دیا کرتے تھے۔

جانے بعض ناعاقبت اندیش لوگوں کا اِس یزید بدبخت سے کیا تعلق ہے کہ وہ اسے امیر المومنین کہتے ہوئے نہیں تھکتے، اس کی سخاوت کا ڈھنڈورا پیٹتے دکھائی دیتے ہیں، ا۔سے خیر القرون کا فرد ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے نظر آتے ہیں، اسے قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے لشکر کا خوش نصیب سپاہی ظاہر کرنے کے لیے بے چین نظر آتے ہیں، یزید کے ان محبین کی کج فکری پر ان کی عقلیں بھی ماتم کرتی ہوں گی کہ یہ حرماں نصیب جنتی جوانوں کے سردار سے نہ صرف تعلق توڑ رہے ہیں بلکہ ان کی کردار کشی کی بھی ناپاک اور ناکام کوشش کر رہے ہیں، جبکہ دوسری طرف یزید جیسے بدبخت سے محبت کا رشتہ استوار کر رہے ہیں، ان کور چشموں کو سیدنا حسین کی شہادت میں پنہاں عظمت تو دکھائی نہیں دیتی مگر یزیدی فوج کے ہاتھوں شہر مدینہ کی تباہی و بربادی، حرم کعبہ کی بے حرمتی، مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں سینکڑوں صحابہ اور تابعین کی شہادت اور ایسے دیگر سیاہ کارنامے بھی نظر نہیں آتے۔

ایسے ہی امور کے پیش نظر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اہل علم نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ بعض دیگر علماء نے سکوت کا راستہ اختیار فرمایا ہے۔ اور پیش نظر کتاب "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" کے مصنف ابوالفرج شیخ علامہ عبدالرحمن بن الجوزی نے عبدالمغیث حنبلی نامی ایک شخص کی طرف سے یزید کی بے جا وکالت اور امام عالی مقام پر خروج کی تہمت کے نتیجے میں یزید پر لعنت کا جواز ثابت کیا ہے۔ اس کتاب کے مخطوطے کو ایک عرب سکالر ڈاکٹر ہیثم عبدالسلام محمد نے ایڈٹ کیا جبکہ اس کا سلیس اور رواں اردو ترجمہ خانوادۂ اہل بیت ہی کے ایک فرد جناب علامہ سید اشتیاق حسین شاہ گیلانی مدظلہ نے فرمایا ہے تاکہ یزید کی وکالت کرنے والے اور امام عالی مقام کے اجلے دامن پر کیچڑ اچھالنے کی کوششیں کرنے والوں کو عاقبت بچانے کا موقع مل جائے، مصنف اور مترجم کا یہ جذبہ لائق تحسین ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ واقعۂ کربلا اپنے دامن میں امت کے لیے جرأت، شجاعت اور دین پر استقامت کے درس لیے ہوئے تھا مگر یار لوگوں نے اُسی واقعہ کو یوں وجہ نزاع بنایا کہ صدیوں سے اہل بیت سے نام نہاد محبت کے نام پر صحابہ کی بے ادبی اور بزعم خود صحابہ سے تعلق کی بنیاد پر اہل بیت پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جبکہ صحابہ کرام اور اہل بیت کرام میں محبت اور احترام کا مثالی رشتہ استوار تھا صحابہ اور اہل بیت کے نام نہاد محبین کے یہ دونوں فریق افراط و تفریط کے راستے پر گامزن ہیں، ہمیں تو اس واقعہ کی روح کو سمجھنا اور اپنے قلوب واذھان میں اتارنا تھا مگر برا ہو سطحی سوچوں اور کوتاہ نظری کا جس نے کسی اور ہی رستے پر چلادیا، یہاں اس بات کی طرف اشارہ بھی ضروری ہے کہ یزید پر لعنت کے حوالے سے اگرچہ بعض لوگوں نے جواز کا موقف اپنایا ہے مگر سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا یزید پر لعنت نہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے

ہیں؟ کیا یزید پر لعنت کرنا اہل بیتِ کرام اور امام عالی مقام کی استقامت، عظمت اور شہادت کے بیان سے بہتر ہے؟ کیا یزید پر لعنت کرنے سے اجر وثواب حاصل ہوتا ہے؟ تلاوتِ قرآن، درود وسلام اور استغفار میں مشغول ہونا افضل ہے یا یزید پر لعنت کرنا؟ ہمیں ان امور پر غور کرنے کے بعد بہتر راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ بعض جذباتی لوگ یزید کو برا بھلا کہتے کہتے بعض غیر معتبر تاریخی روایات کے پیش نظر کاتب وحی، صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی دریدہ دھنی کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں۔ الحمد للہ! علماء ومشائخ اہل سنت نے ہمیں صحابہ اور اہل بیت سے محبت کا وہی راستہ دکھایا ہے جس پر خود یہ قدسی نفس حضرات گامزن تھے، اللہ رب العزت ہمیں شدید فتنوں کے دور میں دینی اور اخلاقی اقدار کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے۔ قیامت کے دن ہم ربّ کریم جل جلالہ اور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں تو ہمارے دلوں میں صحابہ کی محبت کا نور بھی موجزن ہو اور محبت اہل بیت کی خوشبو بھی موجود ہو۔

آمین بجاہ سید المرسلین

کتاب کے ناشر فاضل نوجواں علامہ محمد عمر حیات قادری اور ان کے رفقاء اس کتاب کی اشاعت پر مبارکباد اور تحسین کے مستحق ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کی اس دینی خدمت کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

یکم اپریل 2011ء　　　　ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

تعارف مترجم

۱۱ جنوری ۲۰۰۹ء عزیزم صاحبزادہ سید اسد علی شاہ صاحب گیلانی خطیب اعظم برسٹل (جو کہ فقیر کے بھتیجے ہیں) کی دعوت پر بمقام مرکزی جامع مسجد برسٹل 'شہید کربلا' کانفرنس میں حاضری ہوئی۔ بعدہ نجی محفل میں دیگر علماء کرام کے علاوہ محترم المقام جناب قاری عبدالمجید صاحب سے ملاقات ہوئی۔ قاری صاحب مسلک کا درد رکھنے والے اور مسلک کے تحفظ و اشاعت کے لئے ہمہ جہت محنت اور جہد مسلسل کا جذبہ رکھنے والے عالم دین ہیں۔ انہوں نے دوران گفتگو فرمایا: کہ آج کل ناصبیت وخارجیت کے علمبردار اور یزید لعین کے وکیل بڑے زور و شور سے یزید لعین کی حمایت اور ناصبیت وخارجیت کی تبلیغ میں مصروفِ عمل ہیں اور بڑی ہوشیاری وعیاری اور سرعت وتیزی کے ساتھ ناصبیت وخارجیت کے جراثیم پھیلا رہے ہیں۔

لہٰذا ہم اہل سنت کی طرف سے ان کا ردو تردید نہایت لازم وضروری ہے تا کہ عوام الناس (لوگوں) کے ایمان محفوظ رہ سکیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں محدث ابن جوزی کی اس کتاب کا ذکر چلا جس میں یزید کے لعنتی ہونے اور اس پر لعنت کرنے کا ثبوت پیش کیا گیا ہے۔ (کتاب عربی میں اور نایاب تھی مگر حال ہی میں چھپ گئی ہے) اس لئے قاری صاحب نے فرمایا کہ اس کا اردو میں ترجمہ کریں۔ اگرچہ مجھے اپنی کم علمی اور بے مائیگی کا پورا پورا احساس ہے تاہم قاری صاحب نے جس دردِ دل اور خلوص کے ساتھ ارشاد فرمایا اس کے سامنے مجال انکار نہیں تھا۔ لہٰذا کریموں کے کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے عرض کیا کہ کتاب آپ مہیا فرمادیں ترجمہ میں کردوں گا، ان شاء اللہ العزیز ۔

حسب وعدہ قاری صاحب نے کتاب مہیا فرمادی اور فقیر نے اللہ، رسول کی شان

کریمی اور پنج تن پاک کی نگاہِ بندہ نوازی پر بھروسہ کرتے ہوئے ترجمہ کا آغاز کر دیا۔ کریموں نے کرم فرمایا اور مختصر مدت میں ترجمہ پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

"ایں سعادت بزور بازو نیست"

اس سلسلے میں چند ایک گذارشات پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

(۱) لفظی ترجمہ کرنے کی بجائے بامحاورہ اور سلیس ترجمہ پیش کرنے نیز اسے آسان سے آسان تر بنانے کی کوشش کی گئی ہے۔ مجھے اس میں کتنی کامیابی حاصل ہوئی اس کا فیصلہ تو قارئین کرام ہی کریں گے۔ تاہم علماء کرام کی خدمت میں گذارش ہے کہ اگر کہیں خامی و کوتاہی اور غلطی و خطا نظر آئے تو چشم پوشی سے کام لیتے ہوئے مطلع فرما کر اصلاح کا موقع مہیا فرمائیں۔

(۲) کتاب کے مصنف محدث ابن جوزی، سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ہم عصر تھے۔ وہ ۵۱۰ھ میں بغداد میں پیدا ہوئے اور ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے۔ ابتداء میں سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے اور آپ کے ارشادات و مواعظ پر وقتاً فوقتاً اعتراض کرتے رہتے تھے۔ ایک دن حافظ ابوالعباس احمد اصرار کر کے انہیں اپنے ہمراہ سیدنا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کی مجلس میں لے گئے۔ اس وقت آپ قرآن حکیم کا درس دے رہے تھے۔ گرداگرد طلباء و تلامذہ کا ہجوم تھا۔ شیخ ابوالعباس احمد اور ابن جوزی حلقۂ درس سے پرے ہٹ کر ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں قاری صاحب نے ایک آیت پڑھی۔ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کا ترجمہ بتایا اور پھر اس کے تفسیری نکات بیان کرنا شروع کر دیئے۔ پہلے نکتہ پر حافظ ابوالعباس احمد نے علامہ ابن جوزی سے پوچھا کیا تمہیں اس کا علم ہے؟ انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر دوسرے نکتہ پر یہی سوال کیا اور ابن جوزی نے اثبات میں جواب دیا۔ حتیٰ کہ گیارہ تفسیری نکات پر علامہ ابن جوزی ہاں میں جواب دیتے رہے۔ اس کے بعد سیدنا غوث

اعظم ﷺ نے بارہواں نکتہ بیان فرمایا تو ابن جوزی کو اپنا علم جواب دیتا نظر آیا اور انہوں نے کہا کہ یہ نکتہ مجھے معلوم نہیں۔ ادھر سیدنا غوث اعظم ﷺ کا بیان اس طرح جاری تھا کہ علم کا ایک سمندر ہے جو امنڈتا ہی چلا آتا ہے اور کہیں رکنے کا نام نہیں لیتا۔ آپ نے یکے بعد دیگرے اس آیت کے چالیس تفسیری نکات و رموز بیان فرمائے۔ بارہویں سے چالیسویں نکتہ تک علامہ ابن جوزی اپنے علم کی بے بسی کا اعتراف کرتے رہے اور حیرت و استعجاب کے عالم میں سر دھنتے رہے اور جب حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ہم حال سے قال کی طرف لوٹتے ہیں" تو ابن جوزی نے بے اختیار ہو کر بے خودی میں اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور آپ کے قریب پہنچ کر آپ کے تبحر علمی اور عظمتوں کا اعتراف کرلیا۔

خلاصہ یہ کہ ابن جوزی شروع شروع میں حضور سیدنا غوث اعظم ﷺ کے مخالف تھے مگر بعد میں تائب ہو گئے اور بقولِ بعض آپ کے وصال کے بعد دوبارہ پھر گئے اور آپ کی اولاد امجاد کی مخالفت پر کمر بستہ ہوئے۔ مذہبی تعصب میں انتہا کو پہنچے ہوئے اور احادیث کو موضوع اور ضعیف قرار دینے میں انتہائی متشدد تھے۔

تاجدار گولڑہ شریف سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب گیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: ابن جوزی کی عادت ہے کہ بوجہ تعصب مذہبی حنابلہ کے سوا کسی اور کو ہدف تنقید بنائے بغیر نہیں چھوڑتا۔ (تصفیه ما بین سنی و شیعه ص :٦٨)

نیز فرماتے ہیں: ابن جوزی اور ابن تیمیہ کو مقبولان خدا کی تحقیر نے اس خبط تک پہنچایا ہے۔ (تصفیه ما بین سنی و شیعه ص:٧٢)

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر علامہ ابن جوزی کی کتاب کا اردو ترجمہ کیوں پیش کیا جا رہا ہے؟ تو عرض خدمت ہے کہ اس کی کئی ایک وجوہات ہیں جن کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

اولاً: اس لئے کہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ محدث ابن جوزی، مخالفین و معاندین

اور ناصبیت ،خارجیت کے علم برداروں کے نزدیک ایک معتمد علیہ اور معتبر شخصیت ہے۔ بایں وجہ علامہ ابن جوزی کی کتاب کا ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے تاکہ مخالفین پر حجت قائم ہو جائے۔ اور یہ امر واضح ہو جائے کہ یزید لعین اس قدر اور اتنا بڑا لعنتی تھا کہ ابن جوزی جیسے متشدد محدث نے بھی اس پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے۔ نہ صرف جائز قرار دیا ہے بلکہ اس کے لعنتی ہونے کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔

ثانیا : آجکل ناصبیت وخارجیت کے علمبرداروں اور ابن تیمیہ کے پیروکاروں نے مسموم ومذموم پروپیگنڈہ کے ذریعے لوگوں میں یہ تأثر پھیلا دیا ہے کہ شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعات کربلا کو عجمیوں بالخصوص برصغیر (ہندوپاک) کے لوگوں نے ایک عجیب رنگ دے دیا ہے حالانکہ دنیائے عرب اور سلف میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ ان شاء اللہ العزیز محدث ابن جوزی کی اس کتاب اور اس کا اردو ترجمہ پیش کرنے سے اس مکروہ اور گھناؤنے پروپیگنڈے کا قلع قمع ہو جائے گا۔ اس لئے کہ محدث ابن جوزی المتوفی 597ھ، ابن تیمیہ المتوفی 728ھ، ابن کثیر المتوفی 774ھ اور ابن قیم المتوفی 750ھ سے بھی پہلے کا آدمی ہے۔ بغداد کا رہنے والا اور عربی زبان بولنے والا ہے۔ نیز محدث ابن جوزی نے پیش نظر کتاب عربی زبان میں ہی لکھی ہے۔ چنانچہ چھٹی صدی ہجری میں لکھی جانے والی اس کتاب میں واقعات کرب وبلا کا تذکرہ اسی طرح اور اسی انداز سے ملتا ہے جیسا کہ آجکل ہم اہل سنت بیان کرتے ہیں اور ہمارے ہاں ان کا تذکرہ ہوتا ہے۔

(۳) کتاب کی تحقیق کرنے والے محقق ڈاکٹر ہیثم عبدالسلام نے بعض مقامات پر تحقیق وریسرچ کی آڑ میں ابن جوزی کے مؤقف کو کمزور ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے بالخصوص یزید کی تکفیر وعدم تکفیر اور جواز وعدم جواز لعنت پر بحث کرتے ہوئے قدرے کمزور مؤقف پیش کیا ہے جبکہ محدث ابن جوزی نے لعن یزید کو ٹھوس اور مضبوط دلائل سے

ثابت کیا ہے۔

(۴) محقق ڈاکٹر ہیثم عبدالسلام نے عبدالمغیث حنبلی کو متقی و پارسا بنا کر پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ جبکہ محدث ابن جوزی نے اسی عبدالمغیث حنبلی کے رد میں یہ کتاب لکھی ہے کیونکہ عبدالمغیث حنبلی نے یزید لعین کی حمایت و وکالت کر کے اپنی ناصبیت و خارجیت کا بین ثبوت فراہم کیا ہے۔

(۵) آخر میں انتہائی شکر گذار اور ممنون ہوں جناب صاحبزادہ سید اسد علی شاہ گیلانی (حال خطیب اعظم تاریخی مسجد شاہجہان ووکنگ) کا جنہوں نے اشاعت کے معاملات کو اپنے ہاتھ میں لے کر صفہ فاؤنڈیشن سے رابطہ قائم کیا اور ادارہ (صفہ فاؤنڈیشن) نے اس کی معیاری کتابت و طباعت کا اہتمام فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ادارہ اور جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ رب ذوالجلال اہل بیت اطہار کے صدقے میری یہ حقیری کاوش و کوشش اپنی بارگاہ قدس میں قبول فرمائے۔ اسے میرے گناہوں کا کفارہ اور توشۂ آخرت بنائے اور اہل بیت اطہار کے قدموں میں حشر نصیب فرمائے۔

آمِیْن ثُمَّ آمِیْن بِحُرْمَةِ طٰهٰ وَ یٰسٓ وَ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن

سید اشتیاق حسین شاہ گیلانی

کچھ مترجم کے بارے میں

ازقلم: سید اسد علی شاہ گیلانی

نام: سید اشتیاق حسین شاہ گیلانی

ولادت اور خاندان: اپریل 1960ء کھروٹہ سیداں تحصیل وضلع سیالکوٹ سادات کرام کے ایک عظیم علمی وروحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ بالخصوص ننھیال میں آپ کے جد اعلیٰ حضرت قبلہ پیر سید فتح علی شاہ قادری رضوی علیہ الرحمہ مایہ ناز عالم دین اور عظیم روحانی ومذہبی پیشوا تھے۔ بریلوی علماء میں ممتاز مقام حاصل تھا۔ اپنے جدی قادری سلسلہ کی سجادہ نشینی کے ساتھ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام احمد رضا علیہ الرحمہ سے بھی سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں خلافت واجازت حاصل تھی۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے حالات زندگی درج ذیل کتابوں میں ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

(۱) تذکرہ اکابر اہل سنت، مرتبہ شیخ الحدیث علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری رحمہ اللہ تعالیٰ

(۲) تذکرہ خلفاء اعلیٰ حضرت، مرتبین مولانا صادق قصوری پروفیسر مجید اللہ قادری

حصول تعلیم: چنانچہ قبلہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی خصوصی توجہات کے زیر سایہ تربیت کا آغاز ہوا۔

سکول کی تعلیم کے دوران پرائمری، مڈل اور میٹرک کے امتحانات میں نمایاں کامیابی اور اعلیٰ پوزیشن اور وظائف حاصل کرتے رہے۔ بایں وجہ کچھ بڑوں کی خواہش تھی کہ مزید اعلیٰ دنیاوی تعلیم حاصل کریں اور ڈاکٹر وغیرہ بنیں۔ تاہم حضرت قبلہ پیر سید فتح علی شاہ

صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ کی روحانی توجہ سے طبیعت دینی تعلیم کے حصول کی طرف مائل ہوئی۔ چنانچہ 1976ء میں جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ میں داخلہ لے کر دینی تعلیم کا باقاعدہ آغاز کیا اور صرف ونحو کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔

بعدہ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ سیالکوٹ کینٹ سے ادیب عربی، عالم عربی کیا۔ لاہور بورڈ میں ادیب عربی کا امتحان دیا اور پورے لاہور بورڈ میں اول پوزیشن حاصل کی۔ کچھ عرصہ دارالعلوم قادریہ جیلانیہ ٹینچ بھاٹہ راولپنڈی میں رہ کر اکتساب علم کیا۔ بالآخر جامعہ حنفیہ دو دروازہ سیالکوٹ سے تکمیل کی اور حضرت شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد عالم محدث سیالکوٹی علیہ الرحمہ کے حلقہ درس حدیث (دورۂ حدیث) میں شمولیت اختیار کی اور محدث سیالکوٹی علیہ الرحمہ سے سند حدیث حاصل کی۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد سے تدریب المعلمین کا کورس بھی نمایاں پوزیشن سے مکمل کیا۔

اساتذہ کرام: جن مایہ ناز اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کیا ان میں درج ذیل نابغہ روزگار شخصیات شامل ہیں۔

حضرت علامہ پیر سید نذیر حسین شاہ صاحب چشتی نظامی علیہ الرحمہ کھروٹہ سیداں سیالکوٹ

مفتی محمد سلیمان صاحب رضوی

مفتی غلام رسول جماعتی علیہ الرحمہ

حضرت مفکر اسلام جناب عبدالقادر شاہ صاحب جیلانی

شیخ الحدیث والتفسیر حافظ محمد عالم صاحب محدث سیالکوٹی علیہ الرحمہ

مشائخ عظام: درج ذیل مشائخ عظام (اولیاء کرام) نے اپنے روحانی فیض سے فیضیاب فرمایا:

حضرت قبلہ پیر سید فتح علی شاہ صاحب قادری رضوی علیہ الرحمہ کھروٹہ سیداں سیالکوٹ

ماما جی حضرت قبلہ پیر سید احمد حسن شاہ صاحب قادری رضوی کھروٹہ سیداں سیالکوٹ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب حیدری بریلوی علیہ الرحمہ (خلیفہ مجاز حضرت پیر سید فضل شاہ صاحب جلالپوری آستانہ عالیہ جلالپور شریف امیر حزب اللہ) نے بھی خلافت مطلقہ (ہر چہار سلسلہ) عنایت فرمائی۔

2004ء میں حضور پرنور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کے موقع پر حضرت قبلہ پیر سید محمد قاسم شاہ صاحب گیلانی مدنی علیہ الرحمہ نے مدینہ طیبہ میں سلسلہ عالیہ قادریہ کے جملہ اسباق کی اجازت سے نوازا۔

2006,2007ء میں سرکار کونین آقائے دو جہاں کے گنبد خضریٰ پر حاضری کے موقع پر حضرت قبلہ پیر سید ابراہیم بن سید عبداللہ الخلیفہ الحسنی (الحساء والوں) نے مدینہ طیبہ میں قراءت وتفسیر، فقہ وحدیث اور تصوف وسلوک کے سلاسل بالخصوص سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت وخلافت عنایت فرمائی۔

مذہبی خدمات :زمانہ طالب علمی میں 1977ء کی تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سیالکوٹ میں حضرت محدث سیالکوٹی اور مفتی مختار احمد نعیمی کی زیر قیادت بھرپور حصہ لیا اور اس سلسلے میں قید وبند کی صعوبتیں بھی جھیلیں۔

پاکستان میں متعدد مقامات پر خطابت کے جوہر دکھلائے۔ بالخصوص موضع نارہ ضلع راولپنڈی میں خطابت اور نارہ ہائی سکول میں عربی ٹیچر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔

انگلینڈ آمد :نومبر میں حضرت مفکر اسلام کی وساطت سے انگلینڈ آ گئے۔ تین

سال تک ہنسلو جامع مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دیئے۔ بعدہ مسلسل کئی سال تک جامع مسجد غوثیہ لی برج روڈ والتھم سٹولندن میں خطابت کے جوہر دکھائے اور اپنی خطابت کا لوہا منوایا۔ نیز دارالعلوم قادریہ جیلانیہ والتھم سٹولندن میں تقریباً عرصہ دس سال تک تدریس وخطابت کی خدمات پر مأمور رہے۔

تصانیف :اسی دوران تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ آج کل بھی اسی سلسلہ تصنیف وتالیف سے منسلک ہیں۔

درج ذیل تالیفات سے کچھ زیورطبع سے آراستہ ہوچکی ہیں اور کچھ ابھی زیرطبع ہیں

سیف القادری

سیاہ لباس پہننے کا شرعی حکم

نماز، جوتے اُتار کا پڑھیئے

مقالات گیلانیہ

اسلام میں والدین کا مقام

گستاخ رسول کی سزا

سورہ فاتحہ کی تجلیات

سورہ بقرہ کے مضامین

لعن یزید

اپریل 2011ء

سید اسد علی شاہ گیلانی

قارئین کرام کی خدمت میں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میری امت کی ہلاکت قریش کے چند کھلنڈرے لڑکوں کے ہاتھوں سے ہوگی"۔

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سن کر) مروان کہنے لگا: ان لڑکوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ "تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اگر میں چاہوں تو بتادوں کہ وہ فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں ہیں۔ "یعنی اگر میں ان کے نام بتانا چاہوں تو بتا سکتا ہوں۔

حدیث کے راوی عمرو بن یحیی بن سعید بن عمرو کہتے ہیں: میں اپنے دادا سعید بن عمرو کے ساتھ بنی مروان کی طرف جا رہا تھا جبکہ وہ شام کے بادشاہ تھے۔ جب میرے دادا نے انہیں دیکھا کہ وہ نوجوان لڑکے ہیں تو وہ ہم سے کہنے لگے: لگتا ہے یہ بھی انہی میں سے ہیں (جن کے متعلق حدیث بالا مذکور ہوئی) ہم نے کہا: آپ بہتر جانتے ہیں۔

صحیح بخاری (اور مندرجہ بالا الفاظ صحیح بخاری کے ہیں) (۱)

علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے فرمایا:

"ان کھلنڈرے لڑکوں میں سے پہلا یزید ہے، اس پر وہی پڑے جس کا وہ مستحق ہے۔ کیونکہ وہ اکثر احوال میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت و امارت سے ہٹا دیا کرتا تھا اور ان کی جگہ اپنے عزیز و اقارب میں سے نوعمر لڑکوں کو امیر مقرر کر دیا کرتا تھا"۔ (۲)

---

(۱) کتاب الفتن، باب قول النبی ھلاک امتی علی ید اغیلمة من سفھاء ۹: ۶۰

صحیح مسلم، کتاب الفتن و اشراط الساعة

(۲) عمدة القاری شرح بخاری ۲۴: ۱۸۰

علامہ ابن حجر عسقلانی اسی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

"ان لڑکوں میں سے پہلا یزید تھا، جیسا کہ حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول " رأس الستين "(ساٹھ ہجری کی ابتداء) اور " امارة الصبيان "(لڑکوں کی حکومت)(۱) اس پر دلالت کرتا ہے کیونکہ یزید اکثر حالات میں بزرگوں کو بڑے بڑے شہروں کی حکومت سے الگ کر کے ان کی جگہ اپنے عزیز واقارب میں سے نوعمر لڑکوں کو حکومتی عہدوں پر مقرر کرتا تھا۔(۲)

---

(۱) حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس سے پناہ مانگا کرتے تھے۔

(۲) فتح الباری شرح بخاری ۱۳:۱۳

تقدیم از: محقق کتاب

سب تعریفیں اللہ تبارک وتعالی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنہار ہے اور روز قیامت تک درود و سلام نازل ہوں ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم پر اور آپ کی آل پر جو دین و دنیا کے سردار ہیں اور آپ کے اصحاب پر جو روشن چہروں اور نور و برکت لانے والے ہیں۔

امّا بعد! بعد از حمد وصلوۃ وسلام

یہ کتاب ابن جوزی کی تحریرات میں سے ایسی تحریر ہے جس سے ان کے ذہنِ رسا کی بلندی اور زبان کی فصاحت جھلک رہی ہے۔ انہوں نے اسے حق کے ثبوت و وضوح اور معاندین و مخالفین کے اوہام وشبہات کو باطل و زائل کرنے کے لئے تحریر کیا۔ اس کتاب میں ابن جوزی نے خوشگوار کلام اور مضبوط دلائل کے ساتھ عبد المغیث حنبلی کا رد کیا ہے جس نے یزید کی حمایت ونصرت کا بیڑہ اُٹھا رکھا تھا۔ تفصیل سببِ تالیفِ کتاب میں آرہی ہے۔

کتاب کی اہمیت اور رتبہ بہت بلند ہے اور یہ کتاب دو اعتبار سے منفرد اور امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

(ا) جرأت وشجاعت:

یزید کے بارے میں بات کرنا حساس امور میں سے شمار کیا جاتا ہے اور جو اس کے خلاف بات کرتا ہے اسے (ناصبیت وخارجیت زدہ) لوگوں کی طرف سے اعراض و مدافعت اور نفرت ومخالفت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اسے دشمنی کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور وہ عوام کی نظروں میں متہم اور مشکوک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی اس کتاب کی تحقیق و ریسرچ کے دوران اس میں سے وافر حصہ ملا ہے۔ ان دشواریوں کے باوجود محدث ابن جوزی نے پوری

صراحت ووضاحت اور جرأت وشجاعت کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔

ہمارے دور کے علماء (علماءِ عصر) کے شایانِ شان بھی یہی ہے کہ وہ اس قسم کے موضوعات میں بحث ومناقشہ کرتے ہوئے اسی قسم کی جرأت کا مظاہرہ کریں اور ان کا منشاء و مقصود، حقیقت کا حصول اور اس تک پہنچنا ہو۔

(۲) حسنِ مضمون اور اس کی لطافت:

قارئین کرام سے یہ امر مخفی نہیں ہوگا کہ کتب تاریخ میں متعدد روایات باہم متناقض و مخالف اور مبنی بر کذب بھی موجود ہیں۔ بالخصوص شہادت امام حسین علیہ السلام کے سلسلے میں، تاہم محدث ابن جوزی نے ان احادیث میں سے مشہور روایات پر اعتماد کرتے ہوئے پوری نزاہت وحفاظت اور امانت و دیانت کے ساتھ انہیں اپنی کتاب میں درج کیا ہے۔ نیز محدثین کے اصول کے مطابق رجال پر نقد و جرح (راویوں پر بحث) کا اسلوب بھی اختیار کیا ہے۔ اور مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ یہی وہ واحد طریقہ ہے جو ردی اور عمدہ کلام پر مشتمل کتب تاریخ کے احوال کو جاننے، چھاننے اور پرکھنے کے لئے مفید اور سودمند ہے۔ جبکہ محدثین وغیرہ کی طرف سے اکثر کتب تاریخ و سیر میں اس طریقہ سے غفلت کا مظاہرہ ہوا ہے کیونکہ انہوں نے مرویات (روایات) میں نقد و جرح کا اسلوب اختیار نہیں کیا۔

جس چیز نے مجھے اس مخطوطہ (قلمی نسخہ) کے پڑھنے کی طرف متوجہ کیا وہ ہے وضوح واظہار حق، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی آل کی حمایت ونصرت اور عوام الناس اور علماء کے درمیان مشہور و رواج پا جانے والی غلطی وخطا کا ازالہ۔ لہٰذا اظہار حقیقت کے لئے گھبراہٹ و بوجھ محسوس کئے بغیر میں اپنے اس کام میں مشغول ہوا۔ تاہم تحقیق و ریسرچ کی اس دشوار گذار راہ میں بہت محنت و مشقت برداشت کرنا پڑی جس کے متعدد اسباب ہیں (جو

درج ذیل ہیں) جبکہ اس راہ میں کوشش کرنے والوں کی محنت وکوشش نے مجھے بھی اس محنت و مشقت کو برداشت کرنے کا حوصلہ دیا۔

(۱) ان دونوں مخطوطوں (قلمی نسخوں) کا خراب حالت میں ہونا جن پر میں مطلع و آگاہ ہوا اور ان کی تحقیق وریسرچ کے لئے کمر بستہ ہوا۔

(۲) مقتل امام حسین ؓ اور اس کی کیفیت جس کی طرف مخطوطہ نے مائل ومتوجہ کیا، دل خون کے آنسو رونے لگا اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ نیز اہل مدینہ اور اہل مکہ کے ساتھ قتال کی نسبت سے جو یزید کے ہاتھ (حکم) سے جاری ہوا برائی پر یقین وگمان کی بنیاد نہیں رکھنی چاہیئے۔ لہذا ہم وہی کہتے ہیں جو حافظ ابن کثیر نے کہا ہے: کہ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ شہادت حضرت امام حسین ؓ پر حزن وغم کا مظاہرہ کرے کیونکہ آپ مسلمانوں کے سردار ہیں۔ علماء صحابہ میں سے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کی سب سے افضل بیٹی کے بیٹے ہیں۔ نیز آپ ایک عظیم عابد وزاہد، شجاع و بہادر اور کریم وسخی تھے۔ (البدایۃ والنہایۃ ص:۲۰۳)

(۳) وہ ملامت وعتاب کہ اپنے ساتھیوں اور دوستوں کی طرف سے مجھے جس کا سامنا کرنا پڑا وہ تو اس طرح کے موضوع کے بارے میں غور وفکر کرنا بھی جائز نہیں سمجھتے چہ جائیکہ اس بارے میں لکھا جائے یا ریسرچ کی جائے۔

آخر میں میرے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ میں نصرت وامداد کا ہاتھ بڑھانے والوں کا شکریہ ادا کروں اور اللہ تبارک وتعالی کی بارگاہ میں دعا کروں کہ وہ مخالفین کی آنکھوں سے پردے ہٹا دے اور میری اس کوشش ومحنت کو میرے اعمال صالحہ میں شامل فرمادے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور ان کی آل کے ساتھ مجھے حشر نصیب فرمائے۔

مصنف کتاب محدث ابن جوزی کے حالات

نام و نسب: جمال الدین عبدالرحمٰن بن علی بن محمد القرشی التیمی البکری البغدادی الحنبلی ۔ نام عبدالرحمٰن، کنیت ابوالفرج اور ابن جوزی کے نام سے مشہور و معروف ہیں۔ اس مشہورِ زمانہ لقب (ابن جوزی) کا سبب جوز کی طرف نسبت ہے جو کہ جوز، بغداد کے محلات میں سے ایک محلّہ کا نام ہے، بصرہ کے میدانوں میں سے ایک میدان کا نام یا بصرہ کے ایک محلّہ کا نام ہے۔

ولادت: 508 ہجری یا510 ہجری میں پیدا ہوئے۔ اپنی عمر کی بمشکل تین منزلیں طے کر پائے تھے کہ شفقت پدری سے محروم ہو گئے۔ بچپن ہی سے دین کی طرف رغبت تھی۔ کسی کے ساتھ میل جول رکھتے نہ بچوں کے ساتھ کھیلتے۔ خاندان کے لوگ تانبے کی تجارت کا کام کرتے تھے۔

تعلیم حدیث و فقہ: حد شعور میں داخل ہوئے تو ان کی پھوپھی (جو والد کے انتقال کے بعد کفالت کی ذمہ دار تھیں) ان کو شیخ ابوالفضل محمد بن ناصر الحافظ کی مسجد میں چھوڑ آئیں۔ شیخ کے علاوہ حدیث کی قراءت و سماعت اور فقہ کی تعلیم متعدد شیوخ سے حاصل کی جن میں ابراہیم بن دینار النہروانی، قاضی ابویعلی بن الفراء الصغیر، ابن الزاغوانی وغیرہ شامل ہیں۔ لغت و ادب کی تعلیم ابومنصور الجوالیقی سے حاصل کی۔

تلامذہ: ایک خلق کثیر نے ان سے روایت کی جن میں ان کے بیٹے الصاحب محی

الدین، نواسے ابو المظفر الواعظ (سبط ابن جوزی) شیخ موفق الدین، حافظ عبدالمغنی، ابن الدبیثی اور ابن القطیعی شامل ہیں۔

وعظ: ابن جوزی نے جملہ علوم شرعیہ متداولہ میں دسترس حاصل کی اور تمام علوم میں ان کی متعدد تالیفات موجود ہیں۔ انہوں نے فن وعظ و خطابت میں منفرد اور ممتاز مقام حاصل کیا۔ عمر ابھی بیس سال سے بھی کم تھی کہ وعظ کہنا شروع کیا۔ ان کی مجلس وعظ میں بڑے بڑے امراء، وزراء اور علماء حاضری دیتے۔ نیز وقت کے بادشاہ اور ان کی عورتیں تک ان کا وعظ سنتیں۔ ان کی مجلس وعظ میں حاضرین کی تعداد دس ہزار سے لے کر ایک لاکھ کے درمیان ہوتی تھی۔

پس دیوارِ زندان: ان کے مذہبی مخالفین ان کے مقام رفیع کی بناء پر رشک کرتے پس انہوں نے امراء و وزراء کو ان کی زبان درازی پر غصہ دلایا، ان کی حریت فکر اور آزادی کو چھین لینے پر ابھارا اور ان کی عزت و کرامت کا مذاق اڑایا۔ پس ابن جوزی کو گرفتار کر لیا گیا اور بحفاظت شہر واسط کی طرف بھیج دیا گیا جہاں انہوں نے پانچ سال قید خانہ (جیل) میں گذارے۔ پانچ سال کے بعد ابن جوزی کو قید سے نجات و رہائی ملی تو وہ بغداد واپس آ گئے۔

وفات: ابن جوزی 12 رمضان المبارک 597 ہجری جمعہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان بغداد میں فوت ہوئے۔ ان کا جنازہ لوگوں کے سروں پر اٹھایا گیا تو مخلوق کا انبوہ کثیر تھا۔ وہ جمعہ کا دن تھا۔ یہاں تک کہ کہا گیا کہ کثرت ازدحام اور گرمی کی شدت کی وجہ سے لوگ روزہ توڑنے پر مجبور ہو گئے۔ بغداد شریف کی مغربی جانب باب حرب میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے مزار شریف کے قریب دفن ہوئے۔ (۱)

---

(۱) حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں......

محدث ابن جوزی رحمہ اللہ اور ان کے ہم عصر علماء (معاصرین) کے درمیان متعدد مناظرات (زبانی مقابلہ جات) اور مساجلات (تحریری مقابلہ بازی) بھی ہوئے۔ یہ کتاب بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ جو کہ درحقیقت عبدالمغیث حنبلی کا رد ہے جس کا بیان عنقریب آرہا ہے۔

صفحہ گذشتہ کا حاشیہ......

(۱) (ابن جوزی کے حالات کے لئے) دیکھئے:

مراۃ الجنان ، الیافعی	ج:4 ص:489
وفیات الاعیان ، ابن الخلکان	ج:3 ص:140
الذیل علی طبقات الحنابلہ، ابن رجب	ج:1 ص:397
سیر اعلام النبلاء ، الذهبی	ج:21ص:365
العبر ، الذهبی	ج:4ص: 297

اور ہم نے ابن جوزی کی تالیفات کا تذکرہ اس لئے نہیں کیا کہ الاستاذ عبدالحمید العلوجی "مؤلفات ابن جوزی" کے نام سے مستقل کتاب لکھ رہے ہیں۔

عبدالمغیث حنبلی کون تھا؟(۱)

عبدالمغیث بن زہیر بن علوی الحربی البغدادی ابوالعزتقریباً 500 ہجری میں پیدا ہوا۔ کثیر شیوخ سے سماع کیا جن میں ابوالقاسم بن الحصین اور ابوالعز بن کادش وغیرہ شامل ہیں۔ فقہ، قاضی ابوالحسن بن الفراء سے حاصل کیا۔ وہ صالح، متدین، صادق، امین، خوبصورت طریقہ، حسن سیرت اور عمدہ اخلاق رکھتا تھا۔ سنت اور آثار صحابہ کی اتباع میں کوشاں تھا۔ وہ ثقہ (معتبر) تھا۔ اس نے دمشق کی طرف سفر کیا اور وہاں حدیث کا درس دینے لگا۔ وہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی مشابہت کرتا تھا مگر یہ کہ ناقص تھا اور چھوٹا بھی تھا۔

یہاں یہ ذکر کردینا بھی واجب وضروری ہے کہ اسے علوم ومعارف میں وسعت نظر اور مہارت حاصل نہیں تھی۔ چنانچہ ابن جوزی نے اس کی کم علمی کے بارے میں کچھ تذکرہ کیا ہے اور حافظ ذہبی نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ اس نے بہت سے غلطیاں کی ہیں جو اس کی کم علمی پر دلالت کرتی ہیں۔(۲)

(۱) بحث کی عادت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ہم اس کا ترجمہ لکھیں (حالات زندگی بیان کریں) حالانکہ درحقیقت کتاب اسی کے رد میں لکھی گئی ہے۔

(۲) سیر اعلام النبلاء ج :21 ص 159

میں کہتا ہوں کہ علماء متقدمین کا ذکر کرتے وقت یہ دستور اور طریقہ رائج ہے کہ ان کے اوصاف جمیلہ کو بھی بیان کیا جائے اور جہاں جہاں ان سے خطاؤں کا صدور ہوا ہے، ان مخارج کو بھی ظاہر کردیا جائے تاکہ ہمیں اس بات کا یقین ہوجائے کہ (کون ہیں وہ علماء) جن سے خطا کا صدور نہیں ہوا اور وہ مصیب (راہ حق کو پانے والے) ہیں اور ان کے مقالات وفتاوی کی .... بقیہ اگلے صفحہ پر دیکھیں

وہ شعر بھی کہا کرتا تھا اس کے چند اشعار پیش خدمت ہیں:

افق اخا اللب من سکر الحیاۃ	ان الرحیل و داعی الموت قد حضرا
ھل انت الا کآحاد الذین مضوا	بحسرۃ الفوت لما استیقن الخبرا
و انت تحرص فیما انت تارکہ	ان کنت تعقل یوما حقق النظرا
ایام عمرك کنز لا شبیہ لہ	و انت تشری الحصباء و المدرا

ترجمہ: اے عقل مند زندگی کے نشہ اور مستی سے (مدہوش ہونے کی بجائے) ہوش کر کیونکہ کوچ کرنے کا وقت اور موت کی دعوت دینے والا دونوں حاضر ہیں۔

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ...... بنیاد خواہش نفس، حصول مرتبہ یا بادشاہ کا قرب حاصل کرنا نہیں تا کہ ان علماء کے کلام کو رد کرنا ہمارے لئے مشکل ودشوار ہو جائے جو ہم سے پہلے گذرے خواہ ہمارے اور ان کے درمیان بہت کم عرصہ گذرا ہو۔ جبکہ عبدالمغیث حنبلی کی کتاب اغلاط کا مجموعہ ہے اور مصنف کثیر الخطاء ہے اور اپنے علم میں وسعت کا حامل نہیں نیز اس کے فتاوی اور کتب رضاء حق کے لئے نہیں بلکہ دیگر مقاصد کے لئے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ متقدمین میں سے اس طریقہ مذہب میں وہ اکیلا نہیں۔ اس نسبت سے جو ابن جوزی اور ذہبی نے کہا کہ وہ کثیر الخطاء ہے۔ ہم ابن رجب حنبلی کا مقولہ پیش کرتے ہیں جو انہوں نے ''الذیل علی طبقات الحنابلۃ ج:1 ص:357'' میں درج کیا ہے کہ دف بجانے کے مسئلہ میں عبدالمغیث حنبلی نے فتوی دیا کہ دف ہر حال میں حرام ہے خواہ شادی بیاہ کے موقع پر ہی کیوں نہ ہو اور وہ حدیث جس میں فرمایا کہ نکاح کا اعلان کرو اور اس پر دف بجاؤ۔ اس نے اس کا جواب یہ دیا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسا اعلان کرو جو دف بجانے کی آواز کو پہنچ جائے تا کہ جاہلیت کا وہ مخفی طریقہ مٹ جائے جو بدکار اور زنا کار عورتوں کے نکاح کے بارے میں چلا آ رہا تھا (کہ اسے مخفی و پوشیدہ رکھا جاتا تھا) اور وہ حدیث جس میں ان دو لڑکیوں کا ذکر ہے جو حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں دف بجا کر گا رہی تھیں۔ اس کا جواب اس (عبدالمغیث حنبلی) نے یہ دیا کہ وہ اپنی کم عمری کی وجہ سے مکلف نہیں تھیں۔ نیز اس نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کا نام رکھا ''مزمار الشیطان'' شیطان کی بانسری اور گیت' اور جبکہ آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے اسے برقرار اور ثابت رکھا۔ اس کے منسوخ ہونے کی طرف اشارہ کرنا مذہب ضعیف ہے۔

نہیں ہے تو مگر انہی ایک ایک کی طرح جو گذر گئے۔ ناکامی کی حسرت لئے اس لئے
کہ خبر کی تصدیق نہیں کی (جب خبر کی تصدیق ہوئی)

تو اس چیز میں حریص و لالچ کرنے والا ہے جس کو تو ایک دن چھوڑنے والا ہے۔
اگر تو عقل رکھتا ہوتا تو کسی دن تو غور و فکر اور دانائی کو لازم و واجب کرتا۔

تیری زندگی اور عمر کے دن تو بے مثل خزانہ ہے۔ جبکہ تو کنکریاں اور مٹی کے ڈھیلے
خریدنے میں مگن اور مصروف ہے۔

عبدالمغیث حنبلی 13 محرم 583 ہجری میں فوت ہوا۔ حربیہ میں خلق کثیر نے اس کی
نماز جنازہ پڑھی۔ امام احمد رحمہ اللہ کے مقبرہ میں بڑے بڑے بزرگوں (اللہ تعالیٰ ان پر رحم
فرمائے) کے ساتھ دفن ہوا۔

عبدالمغیث حنبلی کی تالیفات (۱)

(۱) الانتصار لمسند الامام احمد

(۲) الدليل الواضح فى النهى عن ارتكاب الهوى الفاضح

(۳) شرح المثلثات لقطرب فى اللغة

(٤) فضائل يزيد (عليه اللعنة)

(٥) مصنف فى حياة الخضر

---

(۱) دیکھئے: الكامل ٥٦٢/١١ — التكملة لوفيات النقلة، المنذرى ٦٣/١
البداية والنهاية ٣٢٨/١٢ — الذيل على طبقات الحنابلة ٣٥٤/١
العبر ٢٤٩/٤ — سير اعلام النبلاء ١٥٩/٢١

وجہ تالیفِ کتاب

اب کتاب کے سببِ تألیف کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کا ذکر خود ابن جوزی نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا ہے کہ ان کی مجلس میں ان سے سوال کیا گیا کہ کیا یزید پر لعنت کرنا جائز ہے؟ اور یہ بات تو مشہور و معروف ہے کہ ابن جوزی اپنے زمانے میں بغداد کے مشہور واعظ تھے جبکہ بغداد میں مختلف فرقوں کا دور دورہ تھا اور ابن جوزی کے حاسدین بھی موجود تھے اس لئے ہمیشہ ان سے سوال پوچھے جاتے تھے اور کبھی یہ سوال انہیں عاجز کرنے، مضطرب کردینے اور ذلیل کرنے کے لئے ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ ابن جوزی سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں سے افضل کون ہے؟ (حضرت ابوبکر افضل ہیں یا حضرت علی رضی اللہ عنہما) انہوں نے برسرِ منبر فوراً جواب دیا کہ ان دونوں میں سے بہتر و افضل وہ ہے جن کے تحت ان کی بیٹی ہے۔ (یا جن کی بیٹی ان کے تحت ہے) اور فوراً منبر سے اتر گئے تاکہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے اس کے بارے میں دوبارہ ان سے رجوع نہ کیا جائے۔ چنانچہ ہر گروہ کا دعوی یہ تھا کہ ہمارے صاحب افضل ہیں۔ (۱)

لوگوں کا ایک گروہ کہنے لگا: اس سے مراد حضرت ابوبکر ﷺ ہیں کیونکہ ان کی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی زوجہ مکرمہ اور ان کے تحت ہیں۔ اور ایک گروہ کا کہنا یہ تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم افضل ہیں کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیٹی خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا حضرت امام علی ﷺ کی زوجہ مکرمہ ہیں۔

---

(۱) وفیات الاعیان ۱۴۱/۳

مسئلہ لعن یزید

لعن یزید کا مسئلہ بھی انہی سوالوں میں سے ایک سوال تھا جو ابن جوزی سے پوچھے جاتے تھے۔ چنانچہ ابن جوزی نے جواب دیا: "خاموشی زیادہ بہتر ہے۔" سوال کرنے والوں نے کہا: یہ تو ہم جانتے ہیں کہ خاموشی زیادہ لائق و مناسب ہے تاہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

ابن جوزی نے جواب دیا: "اس مردود شخص کے بارے میں تمہارا کیا نظریہ ہے، جس نے تین سال حکومت کی۔"

(اپنی حکومت کے) پہلے سال میں حضرت امام حسین ؑ کو شہید کروایا،

دوسرے سال اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا اور مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا (اس میں لوٹ مار اور قتل و غارت گری کو حلال قرار دیا)

تیسرے سال کعبہ معظمہ پر منجنیق سے سنگ باری کروائی اور اسے منہدم کروایا۔

لوگوں نے کہا: "کیا ہم (اس پر) لعنت کریں؟"

ابن جوزی نے جواباً فرمایا: "ہاں! اس پر لعنت کرو" (اور ضرور کرو) اور خود آپ نے بغداد میں برسر منبر اکابر علماء اور بادشاہ وقت امام الناصر (۱) کی موجودگی میں اس مردود پر

---

(۱) الناصر لدین اللہ...... احمد بن المستضیء بامر اللہ الحسن بن المستنجد، ابو العباس، خلیفہ عباسی بادشاہ ۵۷۵ ہجری میں باپ کے مرنے کے بعد اس کی حکومت قائم ہوئی۔ اپنے اطوار میں مرضی سے تصرف کرتا تھا اس بناء پر زیرکی اور دانائی سے موصوف کیا جاتا ہے۔ اس کی حکومت ۴۶ سال ۱۱ ماہ تک جاری رہی۔

تاریخ الخلفاء للسیوطی ۴۴۸۔ الاعلام للزرکلی ۱/۱۰۶

لعنت ڈالی تو (لعنت سے) منع کرنے والی ایک جماعت اس کی مجلس وعظ سے اٹھ کر چلی گئی تو اس نے کہا:

﴿اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ﴾[هود ٩٥] (١)

ارے دور ہوں مدین جیسے دور ہوئے ثمود۔

عبدالمغیث حنبلی، ابن جوزی کا رد کرتے کرنے کی طرف متوجہ ہوا اور اس نے فضائل یزید میں ایک کتاب لکھ ماری۔ چنانچہ محدث ابن جوزی، عبدالمغیث کا رد کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گئے (٢) اور انہوں نے یہ کتاب ترتیب دی جس کا نام رکھا،

"اَلرَّدُّ عَلَى الْمُتَعَصِّبِ الْعَنِيْدِ الْمَانِعِ مِنْ ذَمِّ يَزِيْد"

پس ان دونوں کے درمیان عداوت ودشمنی قائم ہو گئی یہاں اس امر کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری ہے کہ عبدالمغیث حنبلی کی کتاب "فضائل یزید" صرف ابن جوزی کے نزدیک ہی جہالت اور عیب وقباحت سے پُر تالیف نہیں تھی بلکہ بہت سے اکابر نے اس پر نکیر کی ہے۔

چنانچہ ابن اثیر اس بارے میں لکھتے ہیں: عبدالمغیث نے اس کتاب میں عجیب و غریب باتیں لکھ ماری ہیں۔ (٣)

---

(١) تذكرة الخواص، سبط ابن جوزی ٢٩١

(٢) دونوں کے درمیان، حضور نبی کریم ﷺ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنے کے مسئلہ میں بھی اختلاف ہوا۔ عبدالمغیث نے اس کی حمایت کی جبکہ ابن جوزی نے اس کی مخالفت کی اور اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام رکھا۔ "آفة اصحاب الحديث والرد على عبدالمغيث"

الذيل على الطبقات ١/ ٣٥٧

(٣) الكامل ١١/ ٥٦٢

ابن کثیر کی رائے ہے کہ اس نے اس کتاب میں غرائب وعجائب (عجیب وغریب قصے)

لکھے ہیں اور ابن جوزی نے اس کا رد کیا ہے اور بہت صحیح و درست اور احسن وعمدہ رد کیا ہے۔(۱)

ذہبی کہتے ہیں: انہوں نے اس کتاب میں موضوعات (من گھڑت اور جھوٹی باتیں) بیان کی ہیں۔(۲)

نیز لکھتے ہیں: عجیب وغریب اور بدحال وجھوٹی باتیں لکھ گیا ہے۔ اگر وہ اسے نہ لکھتا تو بہتر تھا۔(۳)

ابن جوزی اور عبدالمغیث کے باہمی اختلاف وعداوت کو بہت شہرت حاصل ہوئی اور بغداد شہر کے کونے کونے میں اس کا چرچا ہونے لگا۔

بیان کیا گیا ہے کہ بادشاہ ناصر کو جب یہ خبر ملی کہ عبدالمغیث یزید کو برا بھلا کہنے سے روکتا ہے (اور اس کو سب وشتم کرنے اور اس پر لعنت ڈالنے سے منع کرتا ہے۔) تو بادشاہ نے بھیس بدلا اور عبدالمغیث سے ملنے کا ارادہ کر کے اس کے پاس جا پہنچا۔ عبدالمغیث نے بادشاہ کو پہچان لیا مگر بادشاہ کو پتہ نہ چلا کہ اسے پہچان لیا گیا ہے۔

بادشاہ نے اس سے یزید کے بارے میں پوچھا: "اس پر لعنت کریں یا نہ؟"

اس نے جواب دیا: "میں اس پر لعنت کرنے کی اجازت نہیں دیتا کیونکہ اگر میں یہ دروازہ کھول دوں تو لوگ ہمارے بادشاہ کو لعنت کرنا شروع کر دیں گے۔"

---

(۱) البداية ۱۲ /۳۲۸

(۲) العبر ، للذهبي ٤ /٢٤٩

(۳) سير اعلام النبلاء ۲۱ /۱٦٠

بادشاہ نے کہا: " وہ کیوں؟"

اس نے کہا: "اس لئے کہ بادشاہ بہت سی برائیوں کا ارتکاب کرتا ہے جن میں سے یہ اور یہ ہیں۔ اور پھر اس نے بادشاہ کے افعال قبیحہ (برائیوں) کو گننا اور شمار کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ کہ بادشاہ نے اس سے کہا: اے شیخ! میرے لئے دعا کرو اور واپس چلا آیا۔"(۱)

یہ روایت جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں، ظاہر کرتی ہے کہ اس نے یزید کی حمایت ونصرت اپنی خواہش نفس کا اتباع کرتے ہوئے کی ہے، وہ حق وصواب اور رضائے الٰہی کا طالب نہیں ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ اس نے اپنی کتاب بادشاہ کا قرب ونزدیکی اور رضا حاصل کرنے کے لئے لکھی ہے۔

ابن رجب (۲) نے اس قصہ کو ایک اور انداز میں پیش کیا ہے وہ یہ کہ ایک دن عبدالمغیث امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے گیا کہ بادشاہ ناصر نے اسے امام احمد کی قبر کے پاس دیکھا تو اس سے پوچھا: "تو وہی عبدالمغیث ہے جس نے یزید کے مناقب لکھے ہیں؟" اس نے کہا: "اللہ کی پناہ کہ میں اس کے مناقب بیان کروں لیکن میرا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ پر اگر فسق بھی طاری ہو جائے تو اس کی بیعت توڑ دینا جائز نہیں۔"

بادشاہ نے کہا: "اے حنبلی تو نے خوب کہا" اور اس کے کلام کی بہت تحسین کی اور اس سے بہت خوش ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ عبدالمغیث نے اپنی کتاب میں یزید کی حمایت ونصرت کی ہے اور اس کا نام "فضائل یزید" رکھا ہے۔ حالانکہ کتاب مغالطات پر مشتمل اور اغلاط سے پُر ہے جس کے بارے میں ذہبی بول اٹھتے ہیں کہ اگر وہ یہ کتاب نہ لکھتا تو بہتر تھا۔

---

(۱) منهاج السنة ٥٧٤/٤ ۔ البداية والنهاية ٣٢٨/١٢ ۔ سير اعلام النبلاء ١٦٠/٢١

(٢) الذيل على طبقات الحنابلة ٣٥٦/١

علاوہ ازیں عبدالمغیث کا یہ قول کہ ''میرا مذہب یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلیفہ پر اگر فسق بھی طاری ہو جائے تو اس کی بیعت توڑ دینا جائز نہیں۔'' یہ اس کے ایسے تفردات میں سے نہیں ہے جو اس کی سمجھ بوجھ اور فقہ میں پختگی پر دلالت کریں بلکہ اس پر تو جمہور علماء ہیں۔

امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: کہ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ اگر خلیفہ پر فسق طاری ہو جائے تو بعض نے کہا ہے کہ اس کی بیعت توڑ دینا واجب ہے بشرطیکہ اس پر فتنہ وفساد برپا نہ ہو۔ اہل سنت کے جمہور فقہاء، محدثین اور متکلمین کہتے ہیں کہ حقوق کی معطلی اور فسق وظلم کی وجہ سے اسے معزول نہیں کیا جائے گا۔ نہ اس کی اطاعت چھوڑی جائے گی۔ نیز ان وجوہ کی بناء پر اس کے خلاف خروج بھی جائز نہیں۔ (۱)

جب یہ جمہور علماء کی رائے ہے تو پھر یہ امر بعید ہے کہ ابن جوزی رحمہ اللہ اس طرح کی رائے کا رد کرنے پر کمربستہ ہوئے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ عبدالمغیث کا رد کرتے ہوئے انہوں نے اس رائے سے تعرض نہیں کیا۔ انہوں نے صرف ان تعجب انگیز اور حیران کن باتوں کا رد کیا ہے جو وہ یزید کی نصرت وحمایت میں لایا تھا۔

محدث ابن جوزی عنقریب عبدالمغیث کے (بودے اور کمزور) دلائل بھی نقل کریں گے اور ان کا توڑ (رد) اور جوابات بھی اسی کتاب میں پیش کریں گے۔

---

(۱) صحیح مسلم شرح النووی ٤/ ٥٠٧

مسئلہ لعن یزید

یزید کے فاسق ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے (۱) اس بارے میں کسی نے اختلاف نہیں کیا۔ اگر ابن العربی (۲) جیسے کسی نے اختلاف کی کوشش بھی کی ہے تو اس کو معتبر نہیں سمجھا گیا۔

اس کے بعد دو مسئلوں میں علماء نے اختلاف کیا ہے:

اولاً: اس کی تکفیر (اس کا کافر ہونا)

اس سلسلے میں علماء دو گروہوں میں تقسیم ہو گئے ہیں۔

(۱) ایک گروہ کا کہنا ہے کہ وہ کافر ہے (۳) چنانچہ ابن عقیل (٤) اور علامہ آلوسی (٥) وغیرہ کا قول یہی ہے کہ یزید کافر ہے۔

ابن العربی نے یزید کی کھل کر وکالت کی ہے اور اس پر اعتراضات کا جواب دینے کی کوشش کی ہے اور یہ بھی لکھ دیا ہے کہ شرعاً اس کی بیعت منعقد ہو گئی تھی۔

قُلْتُ: ''كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ''

میں کہتا ہوں: کتنا بڑا بول ہے جو ان کے منہ سے نکلتا ہے۔

انہوں نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ علماء نے اس کو کافر کہنے میں اختلاف کیا ہے مگر ان علماء کے نام ذکر نہیں کئے۔

---

(۱) الصواعق المحرقة، ابن حجر الهيتمي ص ۲۲۰

(۲) العواصم من القواصم، ابن العربي ص:۲۲۷-۲۲۲

(۳) شرح العقيدة النسفية، التفتازاني ص:۱۸۱ - المسامرة، الكمال ابن الهمام ص:۱۶۲

(٤) تذكرة الخواص ص:۲٦۰

(٥) روح المعاني، للآلوسي ۲٦:۷۳

اس گروہ کی دلیل یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ذریت طاہرہ، آل پاک کے خلاف جو کچھ اس سے سرزد ہوا جیسے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حکم وغیرہ وہ کچھ واقع ہوا کہ طبیعتیں اس کے سننے سے نفرت کرتی ہیں اور کان اس کا ذکر سننے سے بہرے ہیں (یہ سب اس کے کافر ہونے کی دلیل ہے کیونکہ کوئی مسلمان یہ کار روائی نہیں کرسکتا تھا)

(ب) دوسرا فریق اس کی عدم تکفیر کا قائل ہے۔ یہ اکثر علماء کی رائے ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ وہ اسباب جو کفر کو واجب کرتے ہیں، ہمارے نزدیک ان میں سے کوئی چیز ثابت نہیں۔ اصل اس کا اپنے اسلام پر باقی رہنا ہے۔ جب تک ایسی چیز کا علم نہ ہو جو اس کو اسلام سے خارج کردے۔

ثانیا: اس پر لعنت کرنا۔

اس مسئلہ میں بھی علماء دو گروہوں میں تقسیم ہوگئے ہیں۔

ایک گروہ نے اس پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے۔ جن علماء نے جواز لعنت کا قول کیا ہے ان میں امام احمد بن حنبل، قاضی ابویعلی، ان کے بیٹے ابوالحسین، الخلال اور ان کے غلام عبدالعزیز، الکیا الہراسی، (۱) ابن جوزی، سبط ابن جوزی، السفارینی (۲) سعد الدین حنفی تفتازانی۔ (۳)

---

(۱) علی بن محمد بن علی طبری المتوفی سنة ٥٠٤ ھ، علماء شافعیہ میں سے تھے۔

وفیات الاعیان، لابن خلکان ٣:٢٨٦

(۲) محمد بن احمد بن سالم، شمس الدین المتوفی سنة ١١٨٨ ھ، الاعلام ٦:٢٤٠

(۳) مسعود بن عمر بن عبداللہ سعد الدین المتوفی سنة ٧٩٣ ھ حنفی علماء میں سے تھے ٨:١١٣

اور امام سیوطی (۱) وغیرہم شامل ہیں۔

ان کی دلیل:۔ اس کی عادات خبیثہ کی کثرت اور اپنی حکومت کے تمام عرصہ میں کبائر کا ارتکاب ہے۔ نیز اس پر لعنت کے جائز ہونے کے لئے بطور دلیل وہی کافی ہے جو اس نے اپنے ایام غلبہ میں اہل مدینہ اور اہل مکہ کے ساتھ کیا۔ اور وہ سلوک جو اس نے اہل بیت نبوت کے ساتھ روا رکھا۔ اور اس کا امام حسین ﷺ کے قتل پر راضی اور خوش ہونا اور اہل بیت کی توہین کرنا، یہ سب تواتر معنوی سے ثابت ہے۔ (۲)

جبکہ دوسرا فریق کہتا ہے کہ ہم اسے پسند نہیں کرتے مگر اس پر لعنت کو بھی جائز نہیں کہتے۔ یہ جمہور علماء کی رائے ہے (۳) جن میں ابن صلاح، امام غزالی، ابن تیمیہ، ابن حجر ہیتمی وغیرہ شامل ہیں۔ یہ علماء اس بارے میں بھی باہم اختلاف رکھتے ہیں کہ اس پر لعنت جائز نہ ہونے کا سبب کیا ہے؟

(۱) ابن الصلاح، غزالی اور ابن حجر ہیتمی (٤) کی رائے یہ ہے کہ یزید نے قتل امام حسین ﷺ کا حکم نہیں دیا۔

(۲) ابن تیمیہ (٥) کی رائے میں اس پر لعنت جائز نہیں جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے

---

(۱) وفيات الاعيان ۲۸۷:۳ ـ تذكرة الخواص ص:۲۸٦ ـ شرح العقيدة النسفية ص:۱۸۰ مطالب اولى النهى فى شرح غاية المنتهى ، مصطفى للسيوطى ٦٥٨:٥ تاريخ الخلفاء ص:۲۰۷ـ روح المعانى ۷۳:۲٦

(۲) روح المعانى ۷۲:۲٦

(۳) مجموع الفتاوى لابن تيمية ٤۸۳:٤

(٤) فتاوى ابن الصلاح ص:۳۸ـ الاحياء ، للغزالى ۱۹:۹ـ الفتاوى الحديثية ، لابن حجر الهيتمى ص:۲۷۰

(٥) منهاج السنة ، لابن تيمية ٥۷۱:٤

کہ وہ ایسے فاسقوں اور ظالموں میں سے تھا جن پر لعنت جائز ہے اور وہ مرتے دم تک اسی پر مصر رہا ہو (اڑا رہا ہو) اگر وہ ایسا تھا تو پھر اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

درحقیقت عدم لعنِ یزید کے مسئلہ میں اختلاف کی بنیاد فاسقِ معین پر لعنت کے جواز میں اختلاف کا مسئلہ ہے۔ جمہور کا موقف یہ ہے کہ فاسقِ معین پر (یعنی کسی معین شخص کا نام لے کر) لعنت کرنا جائز نہیں۔ یزید پر اس کا نام لے کر لعنت کرنا ان علماء کا مذہب ہے جو فاسق معین پر (نام لے کر) لعنت کرنے کو جائز کہتے ہیں اور علماء میں سے جمہور کی رائے عدم جواز کی ہے۔ اس لئے وہ یزید کا نام لے کر عدم جواز لعنت کے قائل نہیں ہیں۔ (۱)

اگر بفرض محال ابن صلاح اور ان کے ہم خیال علماء کا یہ دعوی کہ یزید نے قتل امام حسین رضی اللہ عنہ کا حکم نہیں دیا، تسلیم بھی کرلیا جائے تب بھی اس کا ردیوں ممکن ہے کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل وشہادت پر راضی اور خوش ہوا اور اس نے آپ کے سرِ انور کو (کربلا سے کوفہ اور دمشق تک) نیزے پر بلند کر کے اپنے پاس منگوایا اور چھڑی سے آپ کے (ہونٹوں پر) مارنے لگا جس کا ذکر ابن جوزی عنقریب کریں گے۔

بایں ہمہ اس نے قاتلین امام حسین رضی اللہ عنہ پر حد قائم نہیں کی۔ اگر اس نے امام کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا اور اس عمل پر راضی اور خوش نہیں ہوا تھا تو پھر اس نے آپ کے قاتلوں پر حد کیوں جاری نہیں کی؟ اور کوئی ضعیف سے ضعیف (۲) دلیل بھی ایسی نہیں ملتی کہ اس نے

---

(۱) روح المعانی ۲۶:۷۲

(۲) ابن تیمیہ نے کہا ہے کہ بایں ہمہ یزید کی طرف سے امام کے قتل کا انکار سامنے نہیں آیا۔ نہ ہی اس نے آپ کے دشمنوں سے بدلہ لیا نہ قاتلین کو قتل کیا جبکہ یہ اس پر واجب تھا۔ لہذا اہل حق دوسرے امور کی طرف نسبت کے ساتھ ساتھ اس ترک واجب پر بھی اس کو ملامت کرتے ہیں۔ مجموع الفتاوی ۳:۴۱۱

قاتلین امام پر حد قائم کی ہو یا انہیں کوئی سزا دی ہو یا عبید اللہ بن زیاد کو معزول کیا ہو جس نے قتل امام علیہ السلام کی ذمہ داری لی۔

اگر چہ اس کے سیاہ کارناموں میں سے سب سے بڑا سیاہ کارنامہ امام حسین علیہ السلام کا قتل ہے۔ تاہم اس کے علاوہ بھی اس کے بہت سے سیاہ کارنامے ہیں مثلاً اہل مدینہ سے جنگ اور مدینہ طیبہ کو قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے لئے مباح قرار دینا جبکہ مشرکین کے شہر کے ساتھ بھی یہ سب کچھ کرنا جائز نہیں۔ چہ جائیکہ مدینۃ الرسول ﷺ میں ایسا ظالمانہ سلوک روا رکھا جائے۔ نیز اہل مکہ مکرمہ کے ساتھ جنگ اور کعبہ مشرفہ پر منجنیق سے سنگ باری وغیرہ۔

پس ثابت ہوا کہ اس دلیل کے ساتھ کہ اس نے قتل امام کا حکم نہیں دیا تھا، عدم جوازِ لعنت کا دعویٰ ایسا کمزور دعویٰ ہے جیسے بیت عنکبوت (مکڑی کا جالا) کمزور ہوتا ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ ان علماء نے (اللہ تعالیٰ انہیں معاف کرے) صرف بعض فرقوں کی مخالفت کی وجہ سے ہی (عدم جواز لعنت کا) قول کیا۔

ابن تیمیہ کا قول بھی مردود ہے کیونکہ یزید فاسقین میں سے تھا۔ خود ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ''منہاج السنۃ'' (۱) میں اسے تسلیم کرتے ہوئے یہی قول کیا ہے۔

رہی یہ بات کہ وہ اسی پر مصر اور برقرار رہتے ہوئے مرا یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس وقت تاریخ و سیر کی جتنی کتابیں ہمارے ہاں دستیاب ہیں وہ سب اسی اَمر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ وہ اس حال میں مرا، دراں کہ اس کا لشکر کعبہ مشرفہ پر حملہ اور اس پر سنگ باری میں مشغول تھا۔ اگر اس سے توبہ کا صدور ہوتا تو اس کا ذکر بھی کیا جاتا، خاص کر تاریخ کی ان کتابوں میں جو ردی اور عمدہ ہر قسم کے کلام پر مشتمل ہیں۔ جبکہ یہ ذکر

---

(۱) منهاج السنة ٤:٥٦٧

کیا گیا ہے کہ وہ امام حسین ﷺ کے قتل پر نادم ہوا۔(۱)

ہماری دلیل: ہم کہتے ہیں کہ یزید فاسق تھا(۲) بلکہ وہ دیگر فاسقین کی طرح نہیں تھا کیونکہ اس نے حضرت امام حسین ﷺ کے صرف قتل پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ آپ کے سر انور کو نیزوں پر بلند کر کے کوفہ سے بلاد شام کی طرف پھرایا۔ معرکہ کرب و بلا میں اہل بیت کے دیگر افراد کو بھی شہید کروایا۔ ان کے بقیہ افراد کو قیدی بنا کر ملک شام کی طرف پھرایا۔ اس پر بس نہیں بلکہ چھڑی آپ کے دندان مبارک پر ماری۔

اس نے اپنی بیعت کا انکار کرنے پر مدینہ منورہ کے باسیوں کو قتل کروایا بلکہ اس نے اپنے لشکر کے لئے مدینہ منورہ کو تین دن کے لئے مباح قرار دیا کہ وہ اس مدت میں جو چاہیں کرتے پھریں۔ نیز اس نے مکہ مکرمہ میں حضرت ابن زبیر اور ان کے ساتھیوں کے محاصرہ پر

---

(۱) یزید کے بارے میں وارد ہونے والی یہ روایات باہم متضاد و مخالف ہیں۔ ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس نے کہا: ''اگر میں ہوتا تو امام کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا جو ابن زیاد نے کیا ہے۔'' دوسری روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پہلے خوش ہوا بعد میں اس نے ندامت کا اظہار کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس نے ابن زیاد پر لعنت کی کیونکہ اس نے امام حسین ﷺ کو قتل کر کے اسے مسلمانوں میں ناپسندیدہ شخصیت بنا دیا اور ان کے دلوں میں (یزید کے لئے) بغض وعداوت پیدا کی۔ (البدایۃ ۸:۲۳۲)

شاید یہ روایات راویوں کی جمع کردہ اور گھڑی ہوئی ہوں کیونکہ اگر وہ سچا ہوتا تو امام حسین ﷺ کے سر مبارک کے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتا جو اس نے کیا۔ پھر اس کے لئے اولی تو یہ تھا کہ باز آ جاتا مگر اس نے تو مزید سرکشی کی اور اہل مدینہ اور اہل مکہ کو قتل کروایا، اس کی ندامت کہاں گئی؟۔

(۲) ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے: ''کچھ لوگ یزید کو نیک آدمی اور امام عادل گمان کرنے لگے ہیں اور اسے ان صحابہ میں سے سمجھنے لگے ہیں جو نبی کریم ﷺ کے عہد میں پیدا ہوئے۔ یہ کھلی گمراہی ہے۔''

مجموع فتاوی ٤:٤٨٢

قلت: میں کہتا ہوں سخت افسوس ہے کہ آجکل مسلمانی کے دعوی دار اس کے محب، حمایتی اور وکیل بن گئے ہیں۔

ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کعبہ مشرفہ پر منجنیق سے سنگ باری کروائی۔

وہ (یزید لعین) حکومت پر قابض ہونے سے پہلے بھی کھیل کود، بے حیائی، لذت و تفریح میں مشغول اور شراب پینے میں مشہور تھا۔ مسلمانوں کے لئے اس کی حکومت سخت وبال اور انتہائی ناپسندیدہ و مکروہ تھی۔

وہ ۶۰ ہجری میں جبراً تلواروں کے زور پر حکومت پر قابض ہوا۔ اس نے ۶۱ ہجری میں حضرت امام حسین ﷛ کو شہید کروایا۔ ۶۲ ہجری میں مدینہ منورہ کے باسیوں کو قتل کروایا، اور ۶۳ ہجری میں مکہ مکرمہ میں رہنے والوں کے ساتھ جنگ وقتال کیا۔ اور یہی اس کی وفات کا سال ہے۔ (اب آپ ہی فیصلہ کیجئے) کہ کیا وہ دیگر فاسقین کی طرح ایک عام فاسق تھا؟ (ہرگز نہیں، بلکہ اس کا فسق دیگر فاسقین کی طرح نہیں تھا۔ وہ تو ہر لحاظ واعتبار سے حد سے بڑھا ہوا تھا)

بعض لوگوں کو بھلا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس بات کو دلیل بنائیں کہ یزید قسطنطنیہ کی جنگ میں شریک ہوا۔ جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم ضرور بر ضرور قسطنطنیہ کو فتح کرو گے۔ اس کا امیر کیا ہی اچھا امیر ہوگا اور وہ لشکر کیا ہی اچھا لشکر ہوگا۔" (۱) نیز فرمایا: "میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر پر حملہ کرے گا اس کے لئے مغفرت ہے۔" (۲) اور یزید ان میں شامل تھا۔

ان لوگوں کی یہ دلیل قطعاً مردود ہے اس لئے کہ ابن اثیر نے ذکر کیا ہے (۳) کہ حضرت معاویہ ﷛ نے بلاد روم پر لشکر کشی کے لئے ایک لشکر جرار تشکیل دیا اور حضرت سفیان بن عوف کو اس لشکر کا امیر مقرر کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر میں شرکت کا حکم دیا تو وہ بیٹھا رہا اور اس نے حیلے بہانے شروع کر دئے تو حضرت معاویہ ﷛ اس کے بھیجنے سے رک گئے۔ اس جنگ میں لوگوں کو بھوک پیاس اور سخت بیماری نے آگھیرا تو یزید نے (خوش ہوکر) یہ اشعار کہے:

---

(۱) مسند الامام احمد ٤:٣٣٥ (٢) صحيح البخاری، كتاب الجهاد، باب ما قيل في قتال الروم ٤:٥١ قيصر: يعني القسطنطينية (٣) الكامل ٣:٤٥٨

ما ان ابالي بما لاقت جموعهم بالفرقدونة من حمى و من موم

اذا اتكأت على الأنماط مرتفعا بدير مران عندي أم كلثوم

مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ اس لشکر میں شامل لوگوں کو مقام فرقدونہ میں بخار اور تنگی و تکلیف کی بلاؤں نے آگھیرا جبکہ میں دیر مران میں اونچی مسند پر تکیہ لگائے ام کلثوم کو اپنے پاس لئے بیٹھا ہوں۔ (اور ام کلثوم اس کی بیوی تھی۔)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو اس کے ان اشعار کی خبر ملی تو انہوں نے قسم کھائی کہ اب میں ضرور بر ضرور یزید کو بھی سفیان بن عوف کے پاس روم کی سرزمین میں بھیجوں گا تا کہ اسے بھی وہ مصیبتیں پہنچیں جو دوسرے لوگوں کو پہنچی ہیں۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ اسے اپنے باپ کے حکم پر بادلِ نخواستہ اور مجبوراً (بطور سزا) جانا پڑا۔

اس کا یہ خروج اور (بطور سزا لشکر میں شریک ہونا) اللہ کی رضا چاہنے کے لئے کہاں تھا؟ اور شرف شہادت پانے کی غرض سے کہاں تھا؟ جبکہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ گناہوں کی جس بخشش کو حدیث میں بیان کیا گیا ہے وہ اس شخص کے لئے ہے جس کی نیت درست ہو۔ (۱)

---

(۱) امام بدرالدین عینی عمدة القاری شرح صحیح البخاری ۱۴:۱۹۹ میں اس حدیث (پہلا لشکر ......) کی شرح میں فرماتے ہیں کہ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انہوں نے سب سے پہلے بحری جنگ لڑی اور ان کے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے قیصر کے شہر پر حملہ کیا۔ میں (علامہ عینی) کہتا ہوں اس میں یزید کی کون سی منقبت ہے جبکہ اس کا حال خوب مشہور ہے۔

اگر تم کہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لشکر کے لئے "مغفور لهم" فرمایا ہے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیلِ خاص سے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر.........)

بعض لوگوں نے اس حدیث رسول ﷺ کو دلیل بنایا ہے) کہ مؤمن پر لعنت اس کے قتل کی طرح ہے (۱) جبکہ یہ حدیث اس مؤمن کے حق میں ہے جو لعنت کا مستحق نہ ہو۔

ہم امام نووی کا وہ قول نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں جو انہوں نے ''الفصل فی مسئلة لعن المؤمن المعین'' میں بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ کسی معین انسان پر لعنت کرنا جو معاصی وگناہوں میں سے کسی شیء کے ساتھ متصف ہو جیسے نصرانی ، یہودی ، ظالم ، زانی ، مصور ، چور ، اور سود خور ، پس ظواہر احادیث سے ثابت ہے کہ یہ حرام نہیں ہے۔ (۲)

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ......

خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں تو اہل علم کا کوئی اختلاف ہی نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد **''مغفور لھم''** مشروط ہے اس میں وہی داخل ہیں جو مغفرت کے اہل ہیں حتیٰ کہ اگر ان غازیوں میں سے کوئی آدمی بعد میں مرتد ہو جاتا تو وہ اس عموم میں داخل نہ رہتا۔ پس ثابت ہوا کہ مغفرت اسی کے لئے ہوگی جو مغفرت کا اہل ہوگا۔

نیز فتح الباری : لابن حجر عسقلانی ۱۲۷:٦ بھی ملاحظہ فرمایئے، ان کا کلام وبیان بھی علامہ عینی کے کلام کے مطابق ہی ہے۔

(۱) صحیح البخاری ، کتاب الآداب ، باب ما ینهی من السباب واللعن ۱۹:۸ صحیح المسلم ، کتاب الایمان ، باب غلظ تحریم قتل الانسان نفسه ۷۳:۱

(۲) الاذکار ، للنووی ، ص: ۳۰٤

یزید کے بارے میں......علماء کرام کے اقوال

میں یہ چاہتا ہوں کہ یزید کے بارے میں علماء مسلمین میں سے صاحب علم وفضل، تقوی وطہارت، مقتدر علماء کرام کے ان اقوال کو بھی پیش کر دوں جو انہوں نے یزید کے بارے میں نقل کیے ہیں تاکہ قارئین کرام پر واضح ہو جائے کہ یزید کی حمایت ونصرت اور اس کی دوستی و وکالت کی دین میں کوئی گنجائش نہیں اور دینی اعتبار سے اس امر کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر ہم نے ان اقوال کو نقل نہ کیا تو یہ ایک جرم ہوگا۔

(۱) الصواعق المحرقة، لابن حجر، ص: ۲۲۱

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے متعلق روایت کیا گیا ہے کہ وہ یزید کو امیر المومنین کہنے والے کو تیس کوڑے مارنے کا حکم دیتے تھے اور یہ امر مخفی نہیں کہ یہ حکم اس شخص سے صادر ہوا جس کا علم وتقوی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

(۲) وفيات الاعيان، لابن خلكان ۳: ۲۸۷

فقیہ الکیا الہراسی الشافعی (۱) سے یزید کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواباً فرمایا کہ وہ صحابہ کرام میں سے نہیں تھا کیونکہ وہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیدا ہوا۔ جہاں تک (لعن یزید کے متعلق) اسلاف کا نقطہ نظر ہے تو امام ابوحنیفہ، امام مالک رحمہما اللہ کے اس میں دو دو قول ہیں۔ تلویح اور تصریح۔

---

(۱) علی بن محمد بن علی، ابوالحسن الطبری، لقب عماد الدین تھا۔ 450ھ میں طبرستان میں پیدا ہوئے۔ بغداد میں سکونت اختیار کی۔ فرقہ باطنیہ کی تہمت لگی تو کوڑے مارے گئے۔ بادشاہ نے قتل کا ارادہ کیا مگر مستظہر نے حمایت کر کے چھڑایا۔ 504 ہجری میں وفات پائی۔ الاعلام ۵: ۱۴۹

ایک قول کے مطابق کنایۃً، اشارۃً لعنت کرنا جائز ہے، (تلویح)

دوسرے قول کے مطابق صراحۃً کھلے بندوں اس پر لعنت کرنا جائز ہے، (تصریح)

اور ہمارے نزدیک صرف ایک قول ہے تصریح (۱) نہ کہ تلویح۔ اس پر صراحۃً کھلے بندوں لعنت بھیجنا جائز ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ وہ شطرنج کھیلنے والا، چیتوں کا شکار کرنے والا اور شراب میں مدہوش رہنے والا شخص تھا۔

(۳) روح المعانی، الآلوسی ۲۶:۷۳

ابن جوزی نے "السر المصون" میں بیان کیا ہے کہ اپنے آپ کو سنت کی طرف منسوب کرنے والے ایک فریق کے عام عقیدوں میں اس کا غلبہ ہوتا جا رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یزید حق پر تھا، امام حسین ؓ نے اس کے خلاف خروج کر کے غلطی کی ہے۔ اگر یہ لوگ تاریخ و سیر کی کتابوں میں غور و فکر کرتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ اس کی بیعت کیسے منعقد ہوئی؟ اور کیسے لوگوں پر مسلط کی گئی؟ کیونکہ اس سلسلے میں ہر طرح کی برائی اور قباحت سے کام لیا گیا۔ پھر اگر بالفرض عقد بیعت کی صحت کو مان لیں تو جو کچھ اس سے ظاہر ہوا وہ (سب) فسخ عقد عہد بیعت کو توڑ دینے کو واجب و لازم کرتا ہے۔ اس کی طرف وہی مائل ہوگا جو سخت جاہل عامی المذہب (بے دین) ہوگا اور اپنے اس میلان کو رافضیوں کی مخالفت پر مبنی گمان کرے گا

(٤) الذیل علی الروضتین، لابی شامہ، ص: ۲۳

ابن جوزی سے لعن یزید کے بارے میں سوال کیا گیا تو اس نے جواب دیا: "امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ ہم اسے پسند نہیں

---

(۱) ای تصریح باللعن، یعنی کھلے بندوں لعنت۔ اس لئے کہ ابن خلکان نے اس کو نقل کیا ہے۔ بعد اس کے جو فتاوی الغزالی میں عدم جواز لعن یزید آیا اور کہا ہے کہ یہ فتاوی الکیا الہراسی کی رائے کے خلاف ہے۔ (الکیا الہراسی کہتے ہیں کہ ہم شافعی اس پر کھلے بندوں لعنت بھیجتے ہیں۔)

کرتے اس سلوک کی وجہ سے جو اس نے ہمارے نبی کی بیٹی کے بیٹے (نواسے) کے ساتھ کیا اور آل رسول کو اونٹوں کے کجاووں پر سوار کرا کے قیدی بنا کے شام کی طرف پھرایا۔ پھر اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت میں جو کچھ اس سے واقع ہوا ان وجوہ کی بنا پر ہم اسے پسند نہیں کرتے۔ اگر تم ہمارے اس قول کہ ''ہم اس کو پسند نہیں کرتے'' کی موافقت پر راضی ہو تو فبہا وگرنہ ہم اصل دعوی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا جائز ہے۔

نیز ابن جوزی نے یہ کہا ہے کہ ہمارے وقت کو اس مردود شخص کے ذکر سے عیب دار مت کرو جس نے امام حسینؑ کے ان دندان مبارک پر چھڑی ماری جن کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم چوما کرتے تھے۔ یزید نے اپنے مطلوب ومقصد کو پانے کے لئے اسے نشانہ بنایا (مگر وہ مردود ولعین ٹھہرا)"

(٥) التذکرة، للقرطبی ٢:٦٤٣

حدیث نبیﷺ کہ ''میری امت کی ہلاکت قریش کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔'' کو ذکر کرنے کے بعد امام قرطبی لکھتے ہیں: اس حدیث کا مصداق یزید، عبید اللہ بن زیاد اور بنو امیہ کے بادشاہوں میں سے وہ لڑکے اور جوان تھے جوان جیسے تھے۔ انہوں نے اہل بیت رسولﷺ کو قتل کیا اور انہیں قیدی بنایا۔ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ میں خیار مہاجرین وانصار کو قتل کیا۔ اس کے علاوہ بھی کثیر امور قبیحہ وافعال شنیعہ ان سے صادر ہوئے۔

بالجملہ بنی امیہ نے نبی کریمﷺ کی وصیت جو آپ نے اپنے اہل بیت اور امت کے بارے میں فرمائی تھی اس کے جواب میں مخالفت ونافرمانی کا مظاہرہ کیا۔ انہوں نے ان کے خون بہائے، ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنایا، ان کے شہروں کو خراب وبرباد کیا۔ ان کے شرف وفضیلت کا انکار کیا اور ان کی عداوت ودشمنی اور گالی گلوچ کو جائز قرار دیا۔ چنانچہ بایں

طورانہوں نے رسول اللہ ﷺ کی وصیت کی مخالفت کی اور آپ کی چاہت اور آرزو کے برعکس اس کا مقابلہ کیا۔ یہ لوگ جب رسولِ کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہوں گے تو انہیں کیسی ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور کس قدر ذلیل وخوار ہوں گے اس دن جس دن (قیامت کے میدان میں) آپ کے حضور پیش کیے جائیں گے۔

(٦) میزان الاعتدال ، للذھبی ٤ : ٤٤

یزید کے بارے میں علامہ ذہبی کہتے ہیں: وہ اپنی عدالت میں مجروح وعیب دار ہے۔ وہ اس کا اہل نہیں کہ اس سے روایت لی جائے اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ بھی فرماتے ہیں کہ وہ روایت کا اہل نہیں اس سے روایت نہیں لینی چاہیے۔

(٧) سیر اعلام النبلاء ، للذھبی ٤ : ٣٦

ذہبی مزید لکھتے ہیں: یزید ان لوگوں میں سے ہے جن کو نہ تو ہم گالی گلوچ کرتے ہیں اور نہ ہی پسند کرتے ہیں۔ دونوں حکومتوں (یعنی اموی اور عباسی) کے بادشاہوں میں اس کے نظائر وامثال (موجود) تھے۔

(٨) شرح العقائد النسفیة ، ص ١٨١ ـ ١٨٠

علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفیہ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: "حق یہ ہے کہ یزید کا امام حسین ﷺ کے قتل سے خوش ہونا اور اہل بیت اطہار کی توہین کرنا تواتر معنوی سے ثابت ہے۔ اگر چہ اس کی تفصیل آحاد ہیں۔ پس ہم اس (پر لعنت کرنے) کے بارے میں بلکہ اس کے ایمان (نہ ہونے) کے بارے میں بھی توقف نہیں کرتے (یعنی ہم یزید پر لعنت بھی کرتے ہیں اور اس کو کافر بھی کہتے ہیں) پس یزید، اس کے مددگاروں، حامیوں اور وکیلوں پر خدا کی لعنت ہو۔"

(۹) شرح المقاصد، للتفتازانی ۲:۲۲٤

اہل بیت اطہار پر جو مظالم ڈھائے گئے ان کی حیثیت ایسی ظاہر ہے کہ اس سلسلے میں آراء میں اشتباہ کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی بلکہ قریب ہے کہ اس پر جمادات بھی گواہی دینے لگیں اور پتھر شق ہو جائیں۔ اس خبیث (یزید) کے عمل کی برائی زمانہ کی رفتار کے ساتھ قائم و برقرار اور باقی رہی۔ پس اللہ کی لعنت ہو یزید پر اور اس پر بھی جو اس سے راضی ہوا یا اس کے لئے سعی وکوشش کی۔ (ان سب پر لعنت ہو) اور آخرت کا عذاب زیادہ شدید اور باقی رہنے والا ہے۔(۱) اگر کہا جائے کہ بعض علماء مذہب نے اس پر لعنت کی اجازت نہیں دی باوجودیکہ وہ جانتے تھے کہ وہ اس سے بھی زیادہ کا مستحق ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اس سے بچنے کے لئے کہ کہیں یہ سلسلہ اوپر تک نہ بڑھتا جائے۔

(۱۰) روح المعانی، للآلوسی ۲٦:۷۳

علامہ آلوسی فرماتے ہیں: میں کہتا ہوں اور میرا ظن غالب (یقین) یہ ہے کہ وہ خبیث (یزید) حضور ﷺ کی رسالت کو بھی ماننے والا نہیں تھا۔ اس نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے باسیوں اور اہل بیت اطہار کے ساتھ ان کی زندگی اور بعد از وفات جو کچھ سلوک روا رکھا اور جو کچھ اس نے دیگر افعال شنیعہ وقبیحہ کئے (اور جو کچھ اس سے ذلت آمیز افعال صادر ہوئے۔)

یہ اس کی عدم تصدیق پر زیادہ دلالت کرنے والے ہیں، نیز اس شخص کے عمل سے مشابہت رکھتے ہیں جس نے قرآن پاک کے اوراق کو نجاست میں پھینکا۔(۲) یزید کے اعمال قبیحہ اس کے عدم ایمان اور قرآن مجید کے اوراق گندگی میں ڈالنے سے کم پر دلالت نہیں کرتے۔ اور

---

(۱) پائی ہے کیا نعیم انہوں نے ابھی سزا　　دیکھیں گے وہ جحیم میں جس دم سزا ملی　　(از مترجم)

(۲) فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کے اوراق کو نجاست میں پھینکے وہ کافر ہے۔ (از مترجم)

میں نہیں سمجھتا کہ اس کا معاملہ اکابر واجلہ مسلمین سے مخفی و پوشیدہ تھا مگر وہ مغلوب و مقہور تھے۔ صبر کے سوا ان کے لئے کوئی چارہ نہیں تھا۔ ''...... لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ط...... ''
[الانفال ۸:٤٤] تاکہ تقدیر الٰہی پوری ہو کر رہے۔

اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ وہ خبیث مسلمان تھا تو پھر بھی وہ ایسا تھا جس نے اپنے لئے اتنے زیادہ گناہ کبیرہ جمع کر لئے تھے جو بیان کی حدود سے باہر ہیں۔

اور میرے نزدیک اس (یزید) جیسے شخص معین پر لعنت کرنا جائز ہے کیونکہ اس جیسا کوئی فاسق بھی متصور نہیں ہے۔ اور ظاہر یہی ہے کہ اس نے توبہ نہیں کی اور اس کی توبہ کا احتمال اس کے ایمان سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اسی طرح ابن سعد، ابن زیاد اور اس کی تمام جماعت پر لعنت کی جائے گی۔ پس اللہ کی لعنت ہو ان تمام پر، ان کے اعوان و انصار (حامیوں اور وکیلوں) اور ان کے شیعوں پر اور اس پر بھی قیامت تک اللہ کی لعنت ہو جس کا دل ان کی طرف مائل ہو اس وقت تک جب تک کوئی آنکھ بھی امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر آنسو بہاتی رہے۔

(۱۱) تفسیر المنار، محمد رشید رضا ٦:٣٦٧

کہا: اسی باب سے ہے سبط رسول اللہ (رسول اللہ کے نواسے) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس ظالم اور باغی حکمران کے خلاف خروج جو قوت و طاقت اور مکر و فریب سے حکومت پر قابض ہوا۔ یعنی یزید بن معاویہ اللہ تعالیٰ اس کو ذلیل و خوار کرے اور ان کرامیہ اور نواصب وغیرہ کو بھی ذلیل و رسوا کرے جنہوں نے اس کی حمایت و وکالت کا بیڑا اٹھایا۔

حاصل کلام:

آخر میں اس بات کی طرف اشارہ کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ یزید لعین کے

بارے میں جو کچھ کہا گیا، ان سب اقوال کو جمع کرنا مقصود نہیں بلکہ صرف وہ (چند) اقوال نقل کئے ہیں جو دوران تحقیق میرے سامنے آئے۔ اوران اقوال کو نقل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک مسلمان پر یہ امر روز روشن کی طرح عیاں اور واضح ہو جائے کہ اس خبیث ولعین (یزید) کی دوستی ونصرت اور حمایت ووکالت کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی دین میں اس کی کوئی گنجائش ہے۔

کتاب کی نسبت اور اس کا نام

ابن جوزی کی طرف کتاب کی نسبت قطعی اور یقینی ہے۔ متعدد علماء نے اپنی تالیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ان علماء کرام اور ان کی کتب کے حوالہ جات درج ذیل ہے:۔

(۱) سبط ابن جوزی	تذکرة الخواص ص: ۲۸۷
(۲) ابن اثیر	الکامل ۱۱:۵۶۲
(۳) ابن کثیر	البداية والنهاية ۸:۲۲۳
(٤) ابن تیمیة	منهاج السنة ٤:٥٧٤
(٥) ابن رجب حنبلی	الذیل علی طبقات الحنابلة ۱:٤١٧-٣٥٦
(٦) الذهبی	سیر اعلام النبلاء ۲۱:۱٦٠
(۷) ابن حجر الهیتمی	الصواعق المحرقة ص: ۲۲۲
(۸) حاجی خلیفه	کشف الظنون ۱:۸۳۹

اور اس میں کہا: کہ کتاب کا آغاز یوں ہے (الحمد للّٰہ کفو جلاله) جو کہ مخطوط (قلمی نسخہ) کے خلاف ہے۔

(۹) اسماعیل باشا	هدية العارفین ۱:٥٢١
(۱۰) الخوانساری	روضات الجنات ٥:٣٦
(۱۱) عبدالحمید العلوجی	مؤلفات ابن الجوزی ص: ۱۰۳

ابن اثیر، ابن کثیر، ابن تیمیہ اور حافظ ذہبی نے کتاب کا نام ذکر نہیں کیا بلکہ انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ ابن جوزی نے یزید پر لعنت کے جواز (جائز ہونے) پر ایک کتاب لکھی ہے۔

ان کے سوا باقی مصنفین نے کتاب کا نام یوں ذکر کیا ہے:"الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" مگر خوانساری نے یہ نام وعنوان دیا ہے:"الرد علی المتعصب العنید المانع من لعن یزید" جبکہ دونوں مخطوطوں (قلمی نسخوں) پر پہلا عنوان درج ہے اسی لئے ہم نے بھی آغازِ کتاب میں اسی (پہلے عنوان) کو ثابت و برقرار رکھا ہے اور کتاب کو یہی نام دیا ہے۔

(نوٹ) معنوی اعتبار سے دونوں عنوانوں میں کوئی خاص فرق نہیں۔ (از مترجم)

استاذ عمر رضا کحالہ (۱) نے ذکر کیا ہے کہ کتاب "الرد علی المتعصب العنید المانع من ذم یزید" عبدالمغیث کی تالیفات میں سے ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ یہ بہت بڑا وہم یعنی بہت بڑی غلطی اور بھول ہے جو استاذ فاضل سے واقع ہوئی ہے۔

---

(۱) معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ ۶: ۱۷۸

قلمی نسخوں کی کیفیت

اس کتاب کے دو قلمی نسخے پائے جاتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

(۱) مکتبہ اوقاف بغداد: پہلا مخطوطہ (قلمی نسخہ) مکتبہ اوقاف بغداد میں موجود ہے ۔ یہ نسخہ بڑے سائز کے سات اوراق پر مشتمل ہے جن کا سائز 22 ضرب 31 سم ہے۔ باریک خط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔

مخطوطہ کے آخر میں شگاف وسوراخ موجود ہے اور اوراق کے اطراف و جوانب بے حسی سے برباد ہونے کو ہیں، جس سے بعض کلمات مٹنے کو ہیں۔

یہ مخطوطہ شیخ سہروردی رحمہ اللہ کی کتاب ''عوارف المعارف'' جو کہ سنہ ۷۷۹ ہجری کو نقل کی گئی ہے، اس کے بعد واقع ہے۔ اور یہ دونوں ایک ہی جلد میں اس نمبر 12223/2 کے تحت موجود ہیں۔ (ایک ہی جلد میں موجود ہیں) اس مخطوطہ کے نقل کرنے کی تاریخ یا ناقل کا نام بھی درج نہیں اور سماعات سے بھی خالی ہے۔

(۲) نسخہ دار المخطوطات: یہ نسخہ دار المخطوطات بغداد میں موجود ہے۔ جو کہ اغلاط سے پُر ہے اس کا خط بھی غیر عمدہ (ردی) ہے۔ چودہ اوراق پر مشتمل ہے۔

سائز تقریباً 22 ضرب 12 سم ہے۔ ایک دوسری کتاب کے ساتھ واقع ہے جس کا نام ''الحجیة'' ہے جسے سنہ 1305 ہجری میں نقل کیا گیا ہے۔

دونوں کتابیں اس نمبر 37880 کے تحت ایک ہی جلد میں موجود ہیں۔ اس مخطوطہ (قلمی نسخہ) پر نقل کرنے کی تاریخ اور ناقل کا نام بھی درج نہیں اور سماعات سے بھی خالی ہے۔

میرا انداز تحقیق اور میرا تحقیقی کام

(۱) میں (ڈاکٹر ہیثم عبدالسلام محمد) نے کتاب کے دو نسخوں کی طرف (ق) اور (ص) کے ساتھ اشارہ کیا ہے۔ (ق) کے ساتھ اشارہ اس مخطوطہ کی طرف ہے جو دارالاوقاف بغداد میں ہے اور (ص) سے اس مخطوطہ کی طرف اشارہ ہے جو دارالمخطوطات بغداد ہے۔

(۲) میں نے مخطوطہ (ق) کو اصل ٹھہرایا ہے کیونکہ یہ (ص) کے مقابلے میں پرانا بھی ہے اور اس میں غلطیاں بھی نسبتاً کم ہیں۔ میں نے دونوں نسخوں کے درمیان موازنہ و مقابلہ کیا اور متن کی کتابت میں تصحیح اور درستگی کا التزام کیا ہے۔ (متن کے لکھنے میں صحت و درستگی کو پیش نظر رکھا ہے) جہاں دونوں میں اختلاف نظر آیا وہاں میں نے صحیح کو قوسین () کے درمیان لکھا ہے اور حاشیہ میں اختلاف کا ذکر کر دیا ہے۔

(۳) آیات کو ان کی سورتوں کی طرف اور احادیث کو ان کی خاص کتابوں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ تخریج احادیث میں میرے طریقے اور انداز و اسلوب کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

(ا) اگر حدیث صحیحین (بخاری و مسلم) میں یا دونوں میں سے کسی ایک میں آئی ہو تو میں نے ان دونوں کتابوں کی طرف اشارہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔ ان کے علاوہ حدیث کی کسی دوسری کتاب کی طرف اشارہ نہیں کیا۔

(ب) جب کوئی حدیث بخاری و مسلم کے سوا دوسری کتابوں میں وارد ہوئی ہے تو جہاں تک مجھ سے ممکن ہو سکا تو میں نے ان تمام کتابوں کا ذکر کرنے کی کوشش کی ہے اور ساتھ ہی ساتھ حدیث کا درجہ اور اس کے متعلق محدثین کے اقوال بھی بیان کر دیے ہیں۔

(۱) مشہور ومعروف علماء کرام کے ناموں کے سوا جن علماء کرام کے نام آئے ہیں ان کا مختصر سا تعارف بھی پیش کر دیا ہے۔

(۲) جہاں نقل کی گئی عبارات کی موجودگی کا گمان ہوا اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ مؤلف نے جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اگر وہ مفقود یا نایاب ہے تو میرے نزدیک اصل کتاب سے جو قریب ترین مرجع ہے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس امر کی طرف بھی اشارہ کر دوں کہ روایات کا تمام مصادر تاریخیہ کی طرف انتساب انتہائی مشکل ہے لہذا میں نے ایک یا دو کتابوں کے حوالہ جات ذکر کر دیے ہیں جس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ روایت ان کے سوا کسی اور کتاب میں موجود نہیں جیسا کہ میں نے اشارہ کر دیا ہے کہ ان روایات کے انتساب کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مصدر تاریخی (اس کتاب) سے مکمل مطابقت رکھتی ہیں کیونکہ یہ بات معلوم ومعروف ہے کہ تاریخی روایات میں مختلف کتابوں میں عبارات اور جملوں میں اختلاف موجود ہے۔ پس کسی کتاب کی طرف نسبت (یعنی حوالے) کا مطلب یہ ہے کہ یہ روایات ان الفاظ یا اس سے قریب ترین الفاظ کے ساتھ مذکورہ کتاب میں موجود ہے۔

(۳) میں نے عبارات کے مشکل الفاظ کی تشریح، وہم وخطاء، تحریف والٹ پھیر کا کشف و بیان اور از روئے نقل متعلقات کا اضافہ کیا ہے تاکہ ان کا مقصود و مفہوم تمام اور مطلب و معنی مکمل ہو جائے۔

(٤) میں نے محدثین کے رموز کا استعمال کیا ہے۔

مخطوطہ (ق) میں محدثین کے رموز (ثنا) ای حدثنا یعنی ہم سے حدیث بیان کی ہے (فلاں نے)۔

اور رموز (نبا) ای اخبرنا یعنی ہمیں خبر دی ہے (فلاں نے) کا استعمال کیا گیا ہے۔ دریں اثنا مخطوطہ (ص) میں کبھی ان رموز کا استعمال ہوا ہے اور کبھی نہیں۔ پس میں نے مخطوطہ (ق) کو ترجیح دی ہے (اور اسی کا اتباع کیا ہے) کیونکہ وہی اصل ہے۔

(۵) یزید پر لعنت کے جو الفاظ مخطوطہ (ص) میں آئے تھے ان کو میں نے حذف کر دیا ہے۔ کیونکہ ہمارے لئے مناسب نہیں کہ دیگر اعمال صالحہ کو چھوڑ کر اسے اپنے لئے قرب الٰہی کے حصول کا طریقہ اور ذریعہ بنالیں۔

(٦) پہلی مرتبہ جب کسی کتاب کا حوالہ دیا ہے تو اس کے ساتھ اس کے مؤلف کا نام بھی ذکر کر دیا ہے۔ اور اسی (کتاب اور مصنف کے نام ذکر کرنے) پر اکتفاء کیا ہے۔ کتاب کا سن طباعت اور مقام اشاعت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ یہ۔ دونوں چیزیں میں کتاب کے آخر میں اسماء کتب کی فہرست میں پیش کر دوں گا۔

معزز قارئین کرام سے امید رکھتا ہوں کہ وہ جان لیں کہ میں نے اس کتاب کی تحقیق و ریسرچ میں مقدور بھر کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا اور وہ میری لغزشوں سے درگذر کریں گے اور میرے ساتھ تعاون کا ہاتھ بڑھائیں گے تاکہ اگر کہیں کوئی غلطی و خطاء واقع ہوگئی ہو تو اس کی اصلاح کی جاسکے۔

ڈاکٹر هيثم عبدالسلام محمد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

آغازِ متنِ کتاب

(ہمارے سردار وآقا، شیخ امام عالم وحید رئیس کبیر نابغۂ روزگار یکتائے دوراں علامہ زماں کمال الملت والدین شیخ الاسلام ناصر السنۃ ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد بن علی الجوزی الواعظ البکری نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی روح کو پاکیزہ اور قبر کو منور فرمائے) (۱)

سب تعریفیں اللہ عز وجل کے لئے ہیں جس نے ہمیں بذریعہ علم، گمراہی اور خواہش نفس کی مطابقت وموافقت سے نجات عطا فرمائی اور جاہل فسادی لوگوں کی صحبت ورفاقت سے محفوظ فرمایا۔(۲)

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے، وہ وحدہ لاشریک ہے، ایسی گواہی جو صاحب یقین علماء کی گواہی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ تمام رسولوں کے سردار اور آخری نبی ہیں۔ درود وسلام نازل ہوں سید المرسلین خاتم النبیین اور آپ کی پاکیزہ اور فضیلت مآب آل، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور قیامت تک آپ کی اتباع کرنے والوں پر۔

وعظ کی ایک مجلس میں ایک سائل نے مجھ سے یزید بن معاویہ کے بارے میں سوال کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے حق میں اس نے جو سلوک روا رکھا اور مدینہ طیبہ میں لوٹ مار

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں یہ عبارت موجود نہیں۔

(۲) مخطوطہ (ص) سے یہ عبارت ساقط ہے۔

اور قتل و غارت گری کا جو حکم دیا اس بنا پر آپ بتلایئے کہ کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟ میں نے جواب دیا اس کے لئے وہی کافی ہے جس میں وہ مبتلا ہے (۱) اور خاموشی زیادہ مناسب ہے۔

سوال کرنے والے نے کہا: "یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ خاموشی زیادہ مناسب ہے لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا اس پر لعنت کرنا جائز ہے؟" (۲)

میں نے جواب دیا" صاحب ورع وتقوی علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے۔ جن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔"

میرا یہ جواب اس شخص (عبدالمغیث حنبلی) تک پہنچا جس نے روایاتِ احادیث تو پڑھی ہیں مگر وہ عمومی تعصب، ضد و عناد اور ہٹ دھرمی سے باز نہیں آیا۔ (۳) اس نے میرے جواب کا انکار کیا اور یزید کی حمایت و وکالت کرتے ہوئے ایک کتاب لکھ ماری۔ (٤) میرا ایک دوست عبدالمغیث حنبلی کی کتاب میرے پاس لایا اور مجھ سے اس کتاب کے رد کا مطالبہ کیا میں نے اسے جواب دیا کہ میں اس شخص کو علم و فہم کی کمی کے تناظر میں اچھی طرح جانتا ہوں۔ جواب تو اسے دیا جاتا ہے جو سمجھ بوجھ رکھتا ہو جب کہ وہ اس سے عاری ہے۔

ہمیں خبر دی عبدالرحمٰن بن محمد القزاز نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ابوالحسن النقور نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا قاضی ابوعبداللہ الحسین بن ہارون الضبی نے، وہ کہتے

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں ہے: اس کا بدلہ لعنت ہی ہے۔ نیز ابن حجر نے صواعق محرقہ میں یہ عبارت انہی الفاظ کے ساتھ ذکر کی ہے۔ اس کے لئے وہی کافی ہے جس میں وہ مبتلا ہے۔

دیکھئے: الصواعق، ص: ۲۲۲ ۔ تذکرۃ الخواص، ص: ۲۸۷

(۲) مخطوطہ (ق) میں (یجوز) کا لفظ ہے اور مخطوطہ (ص) میں (تجوز) ہے۔

(۳) مخطوطہ (ق) میں 'من' ہے اور (ص) میں 'عن' ہے۔

(٤) (ص) سے یہ لفظ ساقط ہے۔

ہیں ہم سے بیان کیا ابوالحسین عبداللہ بن محمد بن شاذان نے انہوں نے کہا، ہم سے بیان کیا محمد بن سہل بن الحسن نے، ہم سے بیان کیا احمد بن سعید الطائی نے ہم سے بیان کیا یعقوب بن اسحاق نے، انہوں نے کہا: لوگ چار طبقوں میں تقسیم ہیں۔

(۱) ایک وہ آدمی ہے جو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے، وہ عالم ہے اس سے لے لو، سیکھ لو، علم حاصل کر لو۔

(۲) ایک وہ آدمی ہے جو جانتا ہے مگر نہیں جانتا کہ وہ جانتا ہے وہ بھولنے والا ہے اسے یاد دلا دو۔

(۳) ایک وہ آدمی ہے کہ نہیں جانتا مگر جانتا اور مانتا ہے کہ وہ نہیں جانتا وہ ہدایت و رہنمائی کا طلبگار ہے اسے سکھلاؤ۔(۱)

(۴) ایک وہ آدمی ہے جو نہیں جانتا اور یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ نہیں جانتا (یعنی ایسا جاہل ہے جو اپنی جہالت سے بھی جاہل ہے۔) بس وہ جاہل ہے اسے چھوڑ دو۔(۲)

اور یہ شخص عبدالمغیث حنبلی نہ منقولات کو جانتا ہے نہ معقولات کو سمجھتا ہے لیکن حدیث پڑھتا ہے تاہم صحیح وسقیم میں تمیز کی معرفت نہیں رکھتا۔ نیز مقطوع(۳) وموصول(٤) میں

---

(۱) (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) عیون الاخبار، لابن تیمیہ، ۲:۱۲۶۔ العقد الفرید، لابن عبد ربہ، ۲:۲۹٤

(۳) مقطوع:۔ وہ حدیث جو تابعین کے اقوال وافعال پر مشتمل ہو اور انہیں پر موقوف ہو (صحابی کا ذکر نہ آئے) الخلاصہ فی اصول الحدیث، للطیبی، ص:٦٥

(٤) موصول:۔ ہر وہ حدیث جس کی سند متصل ہو اور اس کا ہر راوی اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کرے، برابر ہے کہ وہ حدیث نبی کریم ﷺ تک مرفوع ہو یا آپ کے سوا کسی اور پر موقوف ہو۔ الخلاصہ، ص:٦٠

تابعی وصحابی میں، ناسخ ومنسوخ (۱) میں تمیز نہیں کرسکتا، نہ ہی دو حدیثوں کے درمیان تطبیق و جمع کی صلاحیت رکھتا ہے۔

علاوہ ازیں اس میں عمومی تعصب ضد وعناد اور ہٹ دھرمی بھی ہے جب کسی حدیث کو اپنی خواہش نفس کے موافق ومطابق پاتا ہے تو اس سے تمسک کرتا ہے (چمٹ جاتا ہے) اور اس کو دلیل بنالیتا ہے۔ اگرچہ فقہاء کا موقف اس سے مختلف ہو۔ اس بات کا بیان کہ وہ علم حدیث کو نہیں جانتا یہ ہے کہ وہ اپنی اغراض وخواہشات پر ان احادیث سے استدلال کرتا ہے جن کی نسبت جھوٹوں کی طرف ہے اور یہ شخص صادق وکاذب جھوٹے سچے کے درمیان تمیز کی معرفت وصلاحیت نہیں رکھتا۔

اس کے بارے میں عبدالرحمٰن بن عیسیٰ الفقیہ (۲) نے مجھ سے بیان کیا، وہ کہتے ہیں: "یہ شخص مجھے کہنے لگا حدیث السقیفہ صحیح میں نہیں۔" (۳)

کون ہے جس پر اس طرح کی مشہور حدیث مخفی ہو جبکہ اس کی صحت پر اتفاق ہے۔ پھر ایسے شخص کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ محدث ہے۔

---

(۱) ناسخ:۔ ہر وہ حدیث جو سابق حکم شرعی کے اٹھ جانے پر دلالت کرے۔

منسوخ:۔ ہر وہ حدیث جس کا حکم اپنے بعد آنے والی دلیل شرعی کے ساتھ اٹھ جائے۔ الخلاصہ ص: ٦٠

(۲) عبدالرحمٰن بن عیسیٰ بن ابی الحسن علی بن الحسین البزوری البغدادی، ابو محمد، ابن جوزی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور ابن جوزی کے مخصوص آدمی تھے پھر چھوڑ گئے اور ان سے جدائی اختیار کرلی یہاں تک کہ موت نے ان دونوں کے درمیان تفریق کردی۔ ۶۰۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

ذیل طبقات الحنابلہ ۲: ٤١

(۳) مؤلف (ابن جوزی) خود کتاب کے آخر میں اس کا مکمل تذکرہ کریں گے ہم بھی وہیں اس کی تخریج کریں گے۔

ایک دن میرا اس کے ساتھ پالا پڑا (اجتماع ہوا) تو اس نے مسلم بن یسار (۱) کا ذکر کرتے ہوئے اسے کبار صحابہ میں شمار کیا میں نے اس کی بات پر اسے تنبیہ کی اور جھڑکتے ہوئے کہا کسی نے بھی انہیں صحابی نہیں کہا وہ تو تابعی تھے۔ پھر اس کی عصبیت نے اسے تشبیہ کی طرف مائل کر دیا۔ تو اس نے میری طرف حدیث استلقاء لکھ کر بھیجی اور کہا: (۲) اللہ عز و جل نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو پاؤں پر پاؤں (یا ٹانگ پر ٹانگ) رکھ کر لیٹ گیا۔ (۳) مَعَاذَ اللّٰہ ثُمَّ الْعِیَاذُ بِاللّٰہ

اس نے مزید کہا کہ بخاری و مسلم پر لازم تھا کہ اس حدیث کا اخراج کرتے۔ (بخاری و مسلم میں اس حدیث کو روایت کرتے) میں جواباً کہتا ہوں کہ تیری خرابی ہو، افسوس ہے تجھ پر، یہ حدیث صحیح نہیں اسی لئے امام احمد بن حنبل، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ اس کی تخریج پر قطعاً راضی نہیں ہوئے اور انہوں نے اسے اپنی حدیث کی کتابوں میں درج نہیں کیا۔ اس حدیث کی ایک علت ہے جسے میں اپنی کتاب ''مِنْهَاجُ الْوُصُوْلِ اِلٰی عِلْمِ الْاُصُوْلِ'' (۴)

---

(۱) مسلم بن یسار، ابوعبداللہ، ناسک کے فقیہ، علماء حدیث (محدثین) میں سے تھے۔ اصل میں مکہ کے رہنے والے تھے۔ بصرہ میں سکونت اختیار کی۔ بصرہ کے مفتی تھے۔ وہیں ۱۰۸ ہجری میں فوت ہوئے۔

حلیة الاولیاء، ابو نعیم الاصبهانی ۲: ۲۹۰

تهذیب التهذیب، ابن حجر العسقلانی ۱۰: ۱۴۰

(۲) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۳) حافظ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء ۲۱: ۱۵۹ میں بیان کیا کہ یہ حدیث منکر ہے۔
(اگر ضعیف راوی نے قوی راوی کے خلاف روایت کی تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں۔ از مترجم)

(۴) دیکھئے مؤلفات ابن جوزی، عبدالحمید العلوجی، ص: ۱۸۹۔
اس نے ذکر کیا کہ فارسی زبان میں اس کتاب کا قلمی نسخہ اس نے دیکھا ہے۔

میں ذکر کیا ہے۔ اور میں نے اسے کہا کہ میں نے صفات باری تعالیٰ کے بارے میں آنے والی اخبار وروایات کو جمع کیا ہے اور ان میں سے صحیح اور غیر صحیح کو جدا جدا اور ممیز کر دیا ہے۔(۱)

وہ کہنے لگا: ہم نے اس کا ارادہ نہیں کیا کیونکہ حدیث کو مردود قرار دینے میں اس راوی پر دھتکار ہے جس نے اس کو روایت کیا (یعنی راوی)(۲)

میں نے اسے کہا: تجھ پر افسوس ہے تو حق وانصاف سے اس قدر ہٹا ہوا ہے؟ پس میں نے حاضر کو غائب کی طرح دیکھا (یعنی وہ ایسے ہو گیا جیسے حاضر وموجود ہی نہ ہو۔) رہا اس کا فقہ سے بالکل ناآشنا ہونا(۳) (تو اس کی دلیل یہ ہے) کہ اس نے احادیث کو روایت کیا۔ جب اس سے کہا گیا کہ اجماع فقہاء اس کے، مذہب وموقف کے خلاف ہے تو اس نے جواب دیا: فقہاء کے اقوال (کا اتباع اور ان کا قبول کرنا) مجھ پر لازم نہیں۔

مجھ سے ابو طاہر بن الصدر الفقیہ نے بیان کیا(٤) کہ اس شیخ (عبدالمغیث حنبلی) نے ایک آدمی کا نکاح پڑھایا اور اس سے کہا: میں نے اپنی وکالت کے حق کے ساتھ تیرا نکاح

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں لفظ ''مما'' ہے۔

(۲) یہ گمان نہ کرنا کہ ابن جوزی کا یہ کلام عبدالمغیث پر افتراء والزام ہے کیونکہ حافظ ذہبی نے ''سیر اعلام النبلاء ۲۱:۱۵۹'' میں اس کلام کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے ''عبدالمغیث نے بہت سی غلطیاں کی ہیں جو اس کی کم علمی پر دلالت کرتی ہیں۔ ایک مرتبہ اس نے کہا: مسلم بن یسار صحابی ہے، اس نے حدیث استلقاء کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ وہ حدیث منکر ہے۔ اس بارے میں جب اسے بتایا گیا تو اس نے جواب دیا: اگر اس کو رد کر دیں تو اس میں راوی پر دھتکار ہے۔''

(۳) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(٤) یحیٰ بن مقبل بن احمد الصدر البغدادی الحریمی، ابو القاسم المعروف بابن الابیض محدثین میں سے تھے۔ 587 ہجری میں فوت ہوئے۔ التکملة لوفیات النقلة ۱:٦٣ ۔ شذرات الذهب ٤:۲۹۲

اپنے فلاں بھائی کی بیٹی سے کیا۔ فقیہ نے کہا: میں اس آدمی (جو خاوند تھا) سے ملا اور اس سے کہا تیرا عقد نکاح منعقد نہیں ہوا۔ (۱) اور تیرے لئے اس عورت کے قریب جانا حلال نہیں ہوا کیونکہ اس عورت کے باپ کی چار بیٹیاں ہیں اور اس عاقد (نکاح پڑھانے والے) نے زوجہ کا نام نہیں لیا۔ پس لوگ بڑے حیران و متعجب ہوئے کہ وہ علم فقہ کی سوجھ بوجھ سے (بالکل) عاری ہے۔ (۲)

مجھے یہ حکایت بھی یاد دلائی جس کی ہمیں محمد بن ناصر الحافظ نے خبر دی، کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن الحسن بن خیرون نے، کہا: ہم سے بیان کیا احمد بن محمد العتقی نے، کہا: ہم سے بیان کیا ابو عمر بن حیویہ نے، کہا: ہم سے بیان کیا سلیمان بن اسحاق الجلاب نے، کہا: ہم سے بیان کیا ابراہیم الحربی نے، انہوں نے کہا: مجھے خبر ملی کہ ایک عورت، علی بن داؤد (۳) کے پاس آئی جبکہ وہ حدیث بیان کر رہے تھے اور ان کے سامنے تعداد میں ہزار کے قریب لوگ تھے۔ (٤) اس عورت نے ان سے کہا: "میں نے اپنے ازار کو صدقہ کرنے کی قسم کھائی ہے۔" کہا: "تم نے اسے کتنے درہم میں خریدا تھا؟" اس عورت نے جواب دیا: "بائیس درہم میں۔" کہا: چلی جا اور بائیس دن کے روزے رکھ۔ جب وہ چلی گئی تو علی بن داود نے کہا: "آہ آہ، ہائے افسوس خدا کی قسم ہم نے غلطی کھائی، ہم نے اسے کفارہ ظہار کا حکم دے دیا۔"

---

(۱) مخطوطہ (ق) میں "من" کا لفظ ہے۔

(۲) الذيل على طبقات الحنابلة ١: ٣٧٤

(۳) علی بن داؤد بن یزید التیمی البغدادی القنطری ابوالحسن، خطیب بغدادی نے اسے ثقہ (قابل اعتماد) کہا۔ 272 ہجری میں فوت ہوا۔ تاریخ بغداد، الخطیب البغدادی ١١: ٤٢٤
المنتظم، ابن جوزی ٥: ٨٧ ۔ سیر اعلام النبلاء ١٣: ١٤٣

(٤) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

اور میں نے دیکھا کہ اس شیخ (۱) نے امام احمد بن حنبل کے مزار کی عمارت کے پیچھے اپنے لئے ایک قبر کھودی۔ (۲) میں نے اسے کہا: یہ تو جائز نہیں۔ (۳) جس کی تین وجوہ ہیں (٤)

(۱) یہ زمین تمام مسلمانوں کی مشترکہ زمین ہے۔ لہذا کسی ایک مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس میں سے اپنے مدفن کے لئے ایک جگہ مخصوص کر لے (لہذا اس میں سے اپنی قبر کے لئے کوئی جگہ مخصوص کر لینا کسی کے لئے جائز نہیں) یہ تو مسجد میں جمع ہونے کی جگہ اور اس کو بھرنے کی طرح ہے کہ جو پہلے آئے بیٹھ جائے۔

(۲) امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی قبر کے گرداگرد اس وقت تک کوئی جگہ خالی نہیں چھوڑی جائے گی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے گرداگرد قبریں ہی قبریں ہیں (٥) اور کتنے ہی لوگ وہاں مدفون ہیں تو تم اسے کیسے کھودو گے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: کہ مردے کی ہڈی کو توڑنا زندہ کی ہڈی کو توڑنے کی طرح ہی ہے۔ (٦)

اس نے کہا: میں نے (وہاں کی زمین کو) کھودا ہے مگر کوئی ہڈی نہیں دیکھی۔

میں نے جواب دیا کہ وہ تو پرانی اور بوسیدہ ہو چکی ہیں کیونکہ تین سو سال سے زیادہ کا عرصہ بیت چکا ہے۔ ان کے ریزے باقی رہ گئے ہوں گے جو قابل احترام ہیں لہذا جو کچھ تو

---

(۱) اس سے مراد عبدالمغیث حنبلی ہے۔

(۲) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔ مخطوطہ (ق) میں "خلف قبر" کے الفاظ آئے ہیں۔

(۳) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(٤) ابن رجب حنبلی نے یہ کلام اپنی کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ۱:۳٥۷ پر نقل کیا ہے۔

(٥) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(٥) سنن ابی داوٗد ، کتاب الجنائز ، باب فی الحفار یجد العظم هل یتنکب ذلك المکان ۳:۲۱۲۔ مسند الامام احمد ٦:١٠٥

نے کہا یہ جائز نہیں۔

(۳) جب تو اس قبر میں رکھا جائے گا تو تیرے دونوں پاؤں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے سر کے پاس ہوں گے کیونکہ تم دونوں کے درمیان قبر کے سوا کچھ پردہ نہیں ہوگا اور یہ بے ادبی ہے۔ کیا تو نہیں جانتا کہ مروزی (۱) نے کہا تھا کہ مجھے ان کے سامنے (والی جگہ میں) دفن کرنا جیسا کہ میں ان کے سامنے بیٹھا کرتا تھا۔

اس نے میری باتوں پر کوئی توجہ نہ دی اور وہ اس خیال میں چلا گیا کہ وہ اپنی خواہش نفس کی اتباع کرنے والا تھا۔(۲)

رہا اس کا سوءِ فہم (اس کی کم عقلی و بے وقوفی تو اس کے بارے میں) مجھ سے فقیہ محب الدین ابوالبقاء (۳) نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں اور عبدالمغیث، حجۃ الاسلام ابن الخشاب (٤) کے پاس تھے (دوران بیان) حدیث میں آیا کہ ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ پیدل حج کرے گا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ عزوجل اس سے بے نیاز (غنی) ہے کہ

---

(۱) احمد بن محمد بن الحجاج بن عبدالعزیز، ابوبکر المروزی، امام احمد کے اصحاب (ساتھیوں، شاگردوں) میں سب سے مقدم تھے، اور جب امام احمد فوت ہوئے تو ان کے دقیق کلام کو آگے بڑھانے کے لئے مستعد ہوئے (ذمہ داری لی) 275 ہجری میں فوت ہوئے۔

طبقات الحنابلہ، ابن فراء ص: ۳۲ ۔ تاریخ بغداد، ٤:٤٢٣

(۲) مخطوطہ (ق) میں "مع هواك" کے الفاظ ہیں یعنی اپنی خواہش نفس کے ساتھ۔

(۳) ہبۃ اللہ بن صدقہ بن ہبۃ اللہ بن ثابت البغدادی الازجی الصائغ، محدثین کے جم غفیر سے سماعت کی۔

٥٩١ ھجری میں فوت ہوئے۔ التکملة لوفیات النقلة ١:٢٣١

(٤) عبداللہ بن احمد بن عبداللہ بن نصر الخشاب، ابو محمد۔ بغداد کے رہنے والے تھے یہیں پیدا ہوئے اور یہیں وفات پائی۔ متعدد علوم کے عالم تھے۔ الذیل علی الطبقات ١:٣١٦

وہ شخص اپنے آپ کو اس تکلیف وعذاب میں مبتلا کرے۔(۱) تو عبدالمغیث کہنے لگا کہ آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ اللہ بے پرواہ وغنی ہے اس سے کہ وہ شخص اپنے آپ کو اس تکلیف میں مبتلا کرے، جبکہ اس نے ہمیں تکالیف کا مکلّف بنایا ہے۔ چنانچہ ہم اس کی کم عقلی اور بے وقوفی پر حیرانگی اور تعجب کا اظہار کرنے لگے کہ وہ ہمارے مکلّف ہونے کو اللہ کی حاجت وضرورت سمجھتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اس کی کم علمی، بے وقوفی اور حق کو قبول نہ کرنے اور جہالت وگمراہی پر قائم رہنے کی کافی شہادت ہے کہ اس نے حضرت امام حسین ؓ کے مقابلے میں یزید لعین کی حمایت کے لئے تعصب اور ہٹ دھرمی سے کام لیا ہے اور ایک کتاب لکھی ہے جس میں یزید لعین کی حمایت ووکالت کی ہے۔(۲) اور مجھ پر غضب وغصہ کا اظہار کیا ہے کیونکہ میں حضرت امام حسین ؓ کی حمایت ووکالت کرتا ہوں اور یزید لعین کی مذمت کرتا ہوں۔

ہمارے شیخ ابوالحسن بن الزاغونی مجھے شعر سناتے ہوئے کہتے تھے کہ امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ الکریم یہ اشعار پڑھا کرتے تھے،

و لو انی بلیت بهاشمی   خؤولته (بنو عبد المدینی)(۳)

صبرت علی عداوته و لکن   تعالوا فانظروا بمن ابتلانی(٤)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الحج، باب من نذر المشی الی الکعبة ۳:۲۵

صحیح المسلم، کتاب النذور، باب من نذر ان یمشی الی الکعبة ٦:۷۹

(۲) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۳) مخطوطہ (ق) میں بنی عبدالمناف ہے۔

(٤) دیوان امیر المؤمنین، للامام علی، ص: ۱۲۵

اگر میں کسی ہاشمی کے ساتھ آزمایا جاتا تو میں اسے بنی عبدالمدینی کا مالک بنا دیتا۔ اوراس کی عداوت ودشمنی پر صبر کرتا لیکن تم آؤ اور دیکھو کہ میں کس کے ساتھ آزمایا گیا ہوں؟

میرے ایک ساتھی ۔نے مجھے کہا کہ حق وصواب کے بیان واظہار میں میرا فدیہ قبول کیجئے ۔ مجھے مخاطب کیجئے اس کی طرف توجہ نہ کیجئے (کتاب میں توجہ اس کی بجائے میری طرف مبذول رکھیئے) میں نے جواب دیا اگر یہ شخص یہ کہتا کہ بہتر واولیٰ یہ ہے کہ کسی کی مذمت میں وقت ضائع نہ کیا جائے تو اس کی مخالفت نہ کی جاتی اس لئے کہ بعض صالحین نے کہا ہے (قیامت کے دن) میرے نامۂ اعمال میں لا الہ الا اللہ کا کلمہ طیبہ نکلنا مجھے زیادہ پسندیدہ و محبوب ہے اس سے کہ میرے نامۂ اعمال میں ابلیس پر اللہ کی لعنت ڈالنا نکلے۔(۱)

رہا اس کا انکار ان لوگوں کے مقابلے میں جنہوں نے مذموم کی مذمت اور ملعون پر لعنت کرنے کو جائز قرار دیا ہے یہ تو خالصۃً جہالت ہے۔ اسے تو علماء کبار نے جائز قرار دیا ہے جن میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ شامل ہیں۔ اور امام احمد بن حنبل نے تو یزید کے بارے میں وہ کچھ کہا جو لعنت سے بھی بڑھ کر ہے۔

پس ہم کو خبر دی ابوبکر محمد بن عبدالباقی البزاز نے ، انہوں نے ابواسحاق البرمکی سے روایت کی انہوں نے ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر سے ، انہوں نے کہا: ہمیں بیان کیا مہنا بن یحیٰ

---

(۱) شرح نہج البلاغۃ ، ابن ابی الحدید ۵:۷۴۸ ۔ امام جوینی نے کہا: ہم پر لازم وواجب ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی پر نہ تو لعنت کریں نہ بیزاری کا اظہار کریں۔ لعنت و براءت میں کونسا ثواب ہے؟ اللہ تعالیٰ کسی مکلف کو نہیں فرمائے گا کہ تو نے لعنت کیوں نہ کی؟ بلکہ اسے یہ فرمائے گا کہ تو نے لعنت کیوں کی؟ اور اگر کوئی انسان اپنی ساری زندگی میں شیطان پر لعنت نہ کرے تو گنہگار اور نافرمان نہیں ہوگا۔ اور اگر انسان شیطان پر لعنت کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرے تو یہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔

نے انہوں نے کہا: میں نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے یزید بن معاویہ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے جواب دیا: "وہ تو وہ ہے جس نے مدینہ منورہ اوراس کے باسیوں کے ساتھ ایسا ایسا سلوک کیا۔ میں نے پوچھا: اس نے کیا سلوک کیا؟"

توانہوں نے جواب دیا: "اس کو تاخت وتاراج کیااور برباد وویران کیا۔"

میں نے پوچھا: " کیا ہم اس سے حدیث کی روایت لیں؟"

فرمایا: "اس سے حدیث کی روایت نہ لی جائے اور کسی کے لئے بھی یہ مناسب نہیں کہ اس سے حدیث لکھے۔"

میں نے پوچھا: "جب اس نے ایسا ویسا سلوک کیا تو اس کے ساتھ کون تھا؟"

انہوں نے جواب دیا: "اہل شام۔" (شامی، ملک شام کے رہنے والے) (۱)

قاضی ابویعلی محمد بن الحسین بن الفراء (۲) نے اپنی کتاب "اَلْمُعْتَمَدُ فِی الْاُصُوْل" (۳) میں ابوجعفر العکبری سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں: "ہم سے بیان کیا ابوعلی الحسین بن الجنید نے، کہا: ہم سے بیان کیا ابوطالب بن شہاب العکبری نے، انہوں نے کہا: میں نے

---

(۱) مجموع فتاوی لابن تیمیه، ۳:۴۱۲

(۲) محمد بن الحسین بن محمد بن خلف بن احمد بن الفراء، زبردست عالم تھے، انہی سے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب پھیلا۔ حریم، حلوان، حران کے قاضی رہے۔ 458 ہجری میں فوت ہوئے۔

طبقات الحنابلة ص :۳۷۷ ـ المنهج الاحمد، عبدالرحمن بن محمد (العليمى) ۲:۱۰۵

(۳) یہ ان کی کتابوں میں سے ایک کتاب ہے۔ اسی نام سے ان کا ایک مختصر (رسالہ) بھی ہے۔ اور جو طبع ہوئی ہے وہ یہی مختصر ہے۔ ابن رجب نے "الذیل علی طبقات الحنابلة ۱:۳۵۶" میں کہا ہے: قاضی ابویعلی نے اپنی کتاب "المعتمد" میں اس مسئلہ کے بارے میں امام احمد کی واضح عبارات ذکر کی ہیں اور اس طرف بھی اشارہ کردیا ہے کہ اس بارے میں ان سے اختلاف بھی منقول ہے۔

ابو بکر بن العباس کو کہتے سنا کہ میں نے صالح بن احمد بن حنبل کو یہ کہتے ہوئے سنا: "میں نے اپنے ابا جان سے پوچھا کہ کچھ لوگ ہمیں یزید کی دوستی کی طرف منسوب کرتے ہیں۔"

تو آپ نے فرمایا: "اے میرے بیٹے! جو کوئی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہو وہ یزید کے ساتھ دوستی کیسے رکھ سکتا ہے؟" میں نے پوچھا: "پھر آپ اس پر لعنت کیوں نہیں کرتے؟"

تو آپ نے جواب دیا: "تم نے مجھے کسی چیز پر لعنت کرتے کب دیکھا ہے؟ مگر اس پر لعنت کیوں نہ کریں جس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب (قرآن) میں لعنت بھیجی ہے۔"

میں نے پوچھا: اللہ عز وجل نے اپنی کتاب (قرآنِ کریم) میں یزید پر لعنت کہاں بھیجی ہے؟

تو آپ نے پڑھا:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۞ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۞﴾ [محمد ٤٧: ٢٢]

کہ پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم ملک میں فساد برپا کرو گے اور قطع رحمی کرو گے۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے پھر ان کو بہرا اور اندھا کر دیا۔

تو کیا فساد قتل سے زیادہ بڑا ہے۔(۱)

اور کیا اس قتل حسین سے بڑھ کر بھی کوئی فساد ہو سکتا ہے؟

---

(۱) میں نے اس روایت کو مختصر المعتمد میں نہیں پایا۔ شاید یہ روایت "المعتمد" میں موجود ہوگی جو کہ ہمارے پاس موجود نہیں۔ ابن تیمیہ نے "منهاج السنة ، ٤ :٥٧٣" پر ذکر کیا ہے کہ یہ روایت غیر صحیح ہے اس لئے کہ یہ منقطع ہے جبکہ قارئین کرام ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ اس روایت کو بھی اور اس سے پہلے آنے والی روایت کو بھی ابن جوزی نے اس کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

اور قاضی ابوالحسین محمد بن القاضی ابویعلی بن الفراء (۱) نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مستحقین لعنت کا بیان کیا ہے۔ ان میں یزید کو بھی شامل کیا ہے۔ نیز فرمایا ہے کہ اس پر لعنت کرنے سے روکنے والا یا تو جاہل ہوگا جو اس پر لعنت کے جواز کو نہیں جانتا یا پھر منافق ہوگا جو اس بارے میں لوگوں کو شکوک وشبہات میں ڈالنے کی کوشش کرے گا۔

اور کبھی کبھی جاہل لوگ اس حدیث کے ذریعے مغالطہ ڈالنے اور مضطرب کر دینے کی کوشش کرتے ہیں جس میں فرمایا گیا ہے: ''مؤمن بہت لعنت کرنے والا نہیں ہوتا'' (۲) کہا: "یہ محمول ہے اس پر کہ جو لعنت کا مستحق نہ ہو۔" (یعنی اس کا معنی یہ ہے کہ غیر مستحق پر لعنت نہ کی جائے) (۳) میں نے اس عبارت کو قاضی ابوالحسین کے قلم اور ان کی کتاب سے نقل کیا ہے۔

---

(۱) محمد بن محمد بن الحسین بن محمد بن الفراء حنبلی بغدادی، ابوالحسین فقہ میں مہارت تامہ، امام احمد کے مذہب میں ید طولی رکھتے تھے اور سنت سے تمسک کرنے والے تھے۔ 526 ہجری میں ڈاکوؤں نے انہیں قتل کر دیا اور ان کا مال لوٹ لیا۔ الکامل لابن اثیر، ۱۰:۶۸۳ - المنہج الاحمد، ۲:۲۳۶

(۲) کتب سنن میں یہ روایت مجھے نہیں مل سکی البتہ محدث سندھی نے ''سنن نسائی ۸:۱۴۵'' کے حاشیہ پر اس کا ذکر کیا اور فرمایا: "ظاہر یہ ہے مستحق لعنت پر قلیل طور پر لعنت مضر اور نقصان دہ نہیں۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ مؤمن لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔"

(۳) الصغانی نے "سبل السلام ۳:۸۵۴" میں فرمایا: حضور نبی کریم ﷺ سے متعدد قسم کے لوگوں پر لعنت کرنا ثابت ہے جن کی تعداد بیس سے اوپر ہے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اہل قبلہ میں سے نافرمان و گنہگار لوگوں پر لعنت کرنا جائز ہے۔ رہی یہ حدیث: "مؤمن زیادہ لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔" تو اس سے مراد یہ ہے کہ جو لعنت کا مستحق نہ ہو یعنی ان لوگوں میں سے ہو جن پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے لعنت نہیں فرمائی۔ یا معنی یہ ہے کہ مؤمن کثرت کے ساتھ لعنت کرنے والا نہیں ہوتا جیسا کہ صیغۂ فعال مبالغہ کا صیغہ ہونے کے ناطے اس کثرت کا فائدہ دے رہا ہے۔

فصل: یزید جیسے کام کرنے والا ملعون ہے۔

جان لیجئے کہ حدیث میں ان لوگوں پر بھی لعنت آئی ہے جن کا فعل (۱) یزید کے فعل کے (۲) عشرِ عشیر کو بھی نہیں پہنچتا۔

ہمیں خبر دی ابن حصین نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ہے ابن المذہب نے، کہا: ہمیں خبر دی ہے احمد بن جعفر نے، کہا: ہمیں بیان کیا ہے عبداللہ بن احمد نے، کہا: ہم سے بیان کیا میرے باپ نے، کہا: ہم سے بیان کیا وکیع نے، کہا: ہمیں بیان کیا سفیان نے انہوں نے روایت کیا منصور سے، انہوں نے ابراہیم سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے حضرت عبداللہ ﷺ سے، انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے بالوں کو گودنے والیوں، گدوانے والیوں، بالوں کو نوچنے والیوں، نچوانے والیوں اور خوبصورتی کے لئے دانتوں کو کشادہ کرنے والیوں پر لعنت کی ہے۔ (۳)

احمد فرماتے ہیں: "ہم سے بیان کیا یحیی نے، انہوں نے روایت کیا عبیداللہ سے،

---

(۱) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) جو بات مجھ پر ظاہر ہے وہ یہ ہے کہ ان احادیث کے ساتھ استدلال صحیح نہیں کیونکہ یہ احادیث تو صیغۂ عموم کے ساتھ جوازِ لعنت پر دلالت کرتی ہیں، پس تم کہو لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِيْنَ اَوِ الْكَاذِبِيْنَ، ظالموں یا جھوٹوں پر اللہ کی لعنت۔ اور یہ تو بالاجماع جائز ہے۔ ابن العربی نے "احکام القرآن ۱:۵۰" میں اجماع نقل کیا ہے، وَالْاِجْمَاعُ لِاَحْكَامِ الْقُرْآنِ ۔ القرطبی ۲:۱۲۷

(۳) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب المتفلجات للحسن ۷:۲۱۲۔ مسند الإمام احمد ۱:۴۴۳، صحیح المسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة ٦:١٦٦

کہا: ہم سے بیان کیا نافع نے، انہوں نے روایت کیا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے، انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے جوڑ لگانے والی، جوڑ لگوانے والی، گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت کی ہے۔"(۱)

احمد فرماتے ہیں: "ہم سے بیان کیا ابن ہشیم نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ابوالبشر نے، انہوں نے سعید بن جبیر سے روایت کی ہے، انہوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے اس شخص پر جس نے کسی جاندار چیز کو ہدف (نشانہ) بنایا۔(۲) ان احادیث کی صحت پر اتفاق ہے۔"(۳)

بخاری ومسلم ان کو اپنی صحیحین میں لائے ہیں۔ امام بخاری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت کی ہے جو عورتوں کی شکل وشباہت اور مشابہت اختیار کریں اور ان عورتوں پر بھی لعنت کی ہے جو مردوں کی شکل وصورت اور مشابہت اختیار کریں۔(۴)

حدیث ابو جحیفہ ؓ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بال گودنے والی اور گدوانے والی، سود کھانے والے اور کھلانے والے نیز تصویر بنانے والوں پر لعنت کی ہے۔ (۵)

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب الوصل فی الشعر، ۷:۲۱۳ ـ مسند الإمام احمد ۲:۲۱۲ صحیح المسلم، کتاب اللباس، باب تحریم فعل الواصلة والمستوصلة، ۶:۱۶۶

(۲) صحیح البخاری، کتاب الصید، باب ما یکرہ من المثلة، ۷:۱۲۲ صحیح المسلم، کتاب الصید، باب النھی عن صبر البھائم، ۶:۷۳

(۳) مخطوطہ (ص) میں "علیھا" کا لفظ آیا ہے۔

(۴) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب اخراج المتشبھین بالنساء من البیوت، ۷:۲۰۵

(۵) صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لعن المصور، ۷:۲۱۷

امام مسلم حضرت جابر ﷺ سے حدیث لائے ہیں ۔ آپ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کی گواہی دینے والے اور سود لکھنے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ (۱)(۲)

ہمیں خبر دی ہے ابن الحصین نے انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ہے ابن المذہب نے، کہا: ہمیں بیان کیا ہے احمد بن جعفر نے، کہا: ہمیں بیان کیا ہے عبداللہ بن احمد نے، انہوں نے کہا: مجھے بیان کیا میرے باپ نے، بیان کیا ہم سے محمد بن سلمہ نے، انہوں نے روایت کیا محمد بن اسحاق سے انہوں نے عمرو بن ابی عمرو سے انہوں نے عکرمہ سے انہوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ملعون (لعنتی) ہے وہ شخص جس نے اپنے باپ کو گالی دی، ملعون ہے جس نے اپنی ماں کو گالی دی، ملعون ہے وہ جس نے غیر اللہ کے لئے ذبح کیا، ملعون ہے وہ جس نے زمین کی سرحدوں کو بدلا، ملعون ہے وہ جس نے کسی اندھے کو راستے سے بہکایا یعنی غلط راستہ بتایا، ملعون ہے وہ جس نے چوپائے کے ساتھ بدفعلی کی اور ملعون ہے وہ جس نے قوم لوط کے فعل جیسا فعل کیا۔ (۳)

احمد فرماتے ہیں ہم سے بیان کیا وکیع نے، انہوں نے کہا: ہمیں بیان کیا عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز نے، انہوں نے روایت کیا اپنے غلام ابوطعمہ اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ الغافقی سے، ان دونوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

---

(۱) مسلم، کتاب البیوع، باب لعن آکل الربا و موکلہ، ۵:۵۰

(۲) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۳) مسند الإمام احمد، ۱:۲۱۷

شراب پر دس وجوہ سے لعنت کی گئی ہے: خود شراب پر لعنت، اس کے پینے والے، پلانے والے، بیچنے والے، خریدنے والے، دوسروں کے لئے نچوڑنے والے، اپنے لیے نچوڑنے والے، اس کے لے جانے والے اور جس کے پاس لے جائی جائے اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت۔ (۱)

خوب جان لیجئے کہ اس سلسلے میں بہت سی احادیث موجود ہیں جیسے ملعون ہے وہ جو ذمہ داری دے (والی بنائے) اس کو جو اس کا اہل نہ ہو۔ (۲) لعنت ہے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر وغیرہ۔ (۳)

---

(۱) حوالہ سابقہ، ۲:۲۵

(۲) حوالہ سابقہ، ۱:۹، ۳۰، ۳۱۷

(۳) سنن الترمذی، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی کراهية زيارة القبور للنساء، ۳:۲۶۲ اور کہا: حدیث حسن صحیح ہے۔

سنن ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ما جاء فی النهی عن زيارة النساء القبور، ۱:۵۰۲

مسند احمد، ۲:۳۳۷

فصل: یزید کے کچھ احوال

اب میں یزید (۱) بن معاویہ کے کچھ حالات و احوال بیان کرتا ہوں اور یہ کہ وہ حکومت پر کیسے قابض ہوا اور پھر اس کے زمانہ حکومت میں کیا کچھ واقعات رونما ہوئے جنہیں ابوبکر بن ابی دنیا (۲) محمد بن سعد صاحبِ طبقات اور ابوجعفر بن جریر وغیرہم جیسے ائمہ (۳) نے انتہائی مختصر طور پر بیان کیا ہے۔

(میرے اس بیان کی وجہ یہ ہے) کہ اس کے افعال و کردار کی روشنی میں اس کی مذمت اور اس پر لعنت کرنے کا جواز معلوم ہو جائے۔ پھر اس کے بعد میں ان بودے دلائل کا

---

(۱) یزید لعین سنہ ۲۵ھ میں پیدا ہوا۔ ۲۶ اور ۲۷ کا قول بھی کیا گیا ہے۔ اپنے باپ کی زندگی میں بھی اس کی خلافت کے لئے بیعت لی گئی اور اسے ولی عہد مقرر کیا گیا۔ پھر اپنے باپ کی موت کے بعد سنہ ۶۰ھ میں وہ حکومت پر قابض ہو گیا اور ۶۴ھ تک (یعنی جہنم رسید ہونے تک) حکومت پر قابض رہا۔ اس کا معنی و مطلب یہ ہے کہ جب وہ ۲۵ھ میں پیدا ہوا تو حکومت پر قابض ہوتے وقت اس کی عمر ۳۵ سال تھی۔ حکومت پر قابض ہونے سے پہلے وہ اسے لہو ولعب ہی سمجھتا تھا۔ البداية ۸:۲۲۶

(۲) عبداللہ بن محمد بن عبید بن سفیان بن قیس القرشی، بغدادی حنبلی صاحب تصانیف تھے۔ اور بادشاہوں کی اولاد (شہزادوں) کے استاد تھے۔ ۲۸۱ھ میں فوت ہوئے۔

تاریخ بغداد ۱۰:۸۹ ۔ السیر ۱۳:۳۹۷

(۳) جیسے الکامل، البداية والنهاية ابن کثیر وغیرہ کتاب تاریخ میں سنہ ۶۰ھ میں رونما ہونے والے واقعات کے ضمن میں اور کتب سیر میں یزید بن معاویہ کے ترجمہ (حالات زندگی) کے ضمن میں۔

جائزہ لوں گا اور ان کا رد کروں گا جو اس شیخ (عبدالمغیث) نے یزید کی حمایت و مدح میں پیش کیے ہیں۔ اور کوئی کسی کے لیے مخلص جبھی ہوتا ہے جب اس سے محبت کرنے والا ہوتا ہے۔

اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث صحیح مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ (۱)

ہر شخص اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

---

(۱) صحیح البخاری، کتاب الادب، باب علامة حب اللّٰه تعالی، ۸:۴۸

صحیح المسلم، کتاب البر والصلة، باب المرء من احب، ۸:۴۳

فصل حضرت معاویہ ؓ کا لوگوں کو یزید کی بیعت کی طرف دعوت دینا

سنہ ۵۶ ھ میں حضرت معاویہ ؓ نے لوگوں کو اپنے بعد یزید کی بیعت کی دعوت دی اور اس کو ولی عہد مقرر کر دیا اور مغیرہ بن شعبہ کو حکم دیا کہ وہ کوفہ جائیں اور یزید کی بیعت کے لئے راہ ہموار کریں۔ ایک خط لایا گیا پس انہوں نے اسے لوگوں کے سامنے پڑھ کر سنایا کہ ان کی موت واقع ہونے کی صورت میں یزید ان کا جانشین ہوگا۔ (۱)

محمد بن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے کہ حضرت معاویہ ؓ نے حضرت امام حسین عبداللہ بن عمر، عبدالرحمٰن بن ابی بکر اور عبداللہ بن زبیر ؓ سے کہا کہ میں ایک بات کر رہا ہوں تم مجھے کچھ واپس نہ لوٹانا (یعنی نفی میں جواب نہ دینا) وگرنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ پس حضرت معاویہ ؓ نے قوم کے سامنے تقریر کی جبکہ لوگوں پر ظاہر کیا کہ انہوں نے یزید کی بیعت کر لی ہے۔ قوم خاموش رہی ان کے خوف کی وجہ سے اقرار بھی نہ کیا اور انکار بھی نہ کیا(۲)

ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ یحیٰ بن الحسن بن البنا نے، انہوں نے کہا: ہمیں بیان کیا ہے میرے باپ نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ہے علی بن محمد المعدل نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ہے دعلج بن احمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے محمد بن علی الصائغ نے، ہم سے بیان کیا ابن ابی عمر نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے عبدالرزاق نے،

---

(۱) تاریخ الرسل والملوك، للطبری، ۵:۳۰۲

(۲) الکامل فی التاریخ، ۳:۵۱۰۔ البدایة والنهایة، ۸:۷۹

انہوں نے روایت کیا ہے معمر سے، انہوں نے زہری سے وہ کہتے ہیں:

جب حضرت معاویہ ؓ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لی تو اس کی بیعت کے لئے مدینہ منورہ کی طرف (پیغام) بھیجا۔ پس حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر ؓ مکہ شریف چلے گئے۔ حضرت معاویہ ؓ کو اس کی خبر ہوئی تو وہ عمرہ کے ارادے سے مکہ شریف آئے اور انہیں بلا بھیجا۔ پھر منبر پر چڑھے اور ان کا عذر قبول کیا جبکہ لوگوں کو خبر دی کہ انہوں نے بیعت کر لی ہے۔ اہل شام میں سے کچھ لوگ (چند شامی) کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا: " کیا آپ ہمیں اجازت دیتے ہیں کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔" آپ نے فرمایا: " میں تمہاری طرف سے ایسی بات آئندہ کبھی ہرگز نہ سنوں گا۔ (میں تمہاری یہ بات) ہرگز نہیں سنوں گا۔"

فصل: یزید کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نصیحت

جب ساٹھ ہجری کا آغاز ہوا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کی بیعت کا معاملہ اس وفد کے سامنے رکھا جو عبید اللہ بن زیاد کی ہمراہی میں ان کے پاس قاصد بن کر آیا تھا (۱) اور اپنی بیماری کے عالم میں اپنے بیٹے یزید کے لئے عہد لیا اور اس سے کہا:

اے میرے بیٹے! میں نے تیرے لئے اشیاء کو ہموار کر دیا ہے، تیرے لئے دشمنوں کو ذلیل کر دیا ہے مجھے اس امر (حکومت) کے سلسلے میں چار اشخاص کے سوا کسی سے کوئی خوف نہیں اور وہ یہ ہیں:

حسین بن علی، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن زبیر اور عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہم۔

رہے عبد اللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) تو وہ ایسے آدمی ہیں جن کو عبادت نے متوالا بنا رکھا ہے۔ (۲) جب ان کے سوا کوئی باقی نہیں رہے گا (سب بیعت کر لیں گے) تو وہ بھی تیری بیعت کر لیں گے۔

جہاں تک امام حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ہے تو اہل عراق انہیں نکالے بغیر ہرگز نہ چھوڑیں گے۔ اگر وہ تجھ پر خروج کریں اور تو ان پر غلبہ حاصل کر لے تو ان سے درگزر کرنا کیونکہ ان کے لئے (رسول کریم ﷺ کی) قریبی رشتہ داری ثابت ہے۔

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں ''عَلَیْہِ'' کی جگہ ''اِلَیْہِ'' کا لفظ ہے۔

(۲) ای صرعه، و سكنه، و غلبه، و تركه عليلا،

القاموس المحيط، ماده (وقذ) ص: ۴۳۳

اور ابن ابو بکر (رضی اللہ عنہما) میں ہمت نہیں ہے مگر عورتوں اور کھیل کود میں۔ اگر وہ اپنے ساتھیوں کو کچھ کرتے دیکھیں گے تو وہ بھی انہی کی طرح کریں گے۔ (۱)

اور وہ جو تیرے لئے شیر کی طرح بہت بیٹھنے اور سونے والا ہوگا اور لومڑی کی طرح فریب کاری سے کام لے گا اور جب تجھ پر قدرت پائے گا، حملہ کرے گا وہ ابن زبیر (رضی اللہ عنہما) ہے۔ اگر اس نے تیرے ساتھ ایسا کیا (۲) اور تو نے اس پر غلبہ اور قدرت پائی تو اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے رکھ دینا۔ (۳)

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے۔ اگر یزید کے بارے میں میری خواہش و محبت کا غلبہ نہ ہوتا تو میں اپنے رشد و ہدایت یافتہ ہونے کو واضح اور نمایاں طور پر دیکھ لیتا۔ (۴)(۵)

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں "مثلهم" کی جگہ "مثله" کا لفظ آیا ہے۔

(۲) مخطوطہ (ص) سے "بِكَ" کا لفظ ساقط ہے۔

(۳) الطبری ۵:۳۲۲۔ الکامل ٤:٦ ۔ البدایة ۸:۱۱۵

(٤) تذکرة الخواص ص:۲۸٦

(۵) ابن جوزی نے یزید کے لئے حضرت امیر معاویہ کی نصیحتیں طبری، ابن اثیر اور ابن کثیر کے حوالے سے لکھ کر انتہائی غیر محتاط رویہ اختیار کیا ہے، اس طرح تو لوگ یزید پر لعنت بھیجتے بھیجتے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی لعنتیں بھیجنے لگیں گے، حالانکہ آپ صحابی رسول ہیں اور کاتب وحی میں سے ایک تھے، اس تناظر میں ہم کتب تاریخ کو تو جھٹلا سکتے ہیں مگر صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان: "فالف بين قلوبهم" اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی: "اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم" کو جھٹلانا ہمارے بس میں نہیں ہے، ہمارے لئے اہل بیت عظام اور صحابہ کرام دونوں محترم ہیں۔ (مترجم)

فصل: یزید کا حکم دینا کہ اس کے لئے زبردستی بیعت لی جائے۔

جب حضرت معاویہ ؓ وصال ہوا تو یزید ان کے پاس موجود نہیں تھا پھر وہ آیا اور اس کے لئے بیعت لی گئی تو اس نے گورنر مدینہ ولید بن عقبہ (۱) کو خط لکھا کہ حضرت امام حسین حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر (ؓ) سے میرے لئے زبردستی بیعت لو، اس معاملہ میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔

ولید نے مروان (۲) کو بلا بھیجا (۳) اور اس سے مشورہ لیا تو اس نے کہا: میرے خیال میں تم ان سب حضرات کو اسی وقت بلا بھیجو اور انہیں بیعت کرنے کے لئے کہو۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو ٹھیک ورنہ (بصورت انکار) ان کی گردنیں اڑا دو (انہیں قتل کردو)۔ اس نے امام حسین ؓ کو (گورنر ہاؤس) بلایا اور ان سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ حضرت امام حسین ؓ نے ارشاد فرمایا: عام لوگوں کے ساتھ ہمیں بھی دعوت دیں (تو یہ ایک بات ہے) کیونکہ میرے جیسا آدمی اس طرح چھپ کر بیعت نہیں کیا کرتا (اور تمہیں یہ جرأت بھی نہیں ہونی چاہیے کہ مجھ سے بیعت کا مطالبہ کرو) یہ کہہ کر واپس تشریف لے آئے۔

---

(۱) الولید بن عتبہ بن ابی سفیان بن حرب اپنے چچا حضرت معاویہ ؓ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے۔ کئی بار امیر حج مقرر ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ معاویہ بن یزید کے بعد لوگوں نے ان کے لئے خلافت کا ارادہ کیا مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ ۶۴ ہجری میں فوت ہوئے۔

سیر اعلام النبلاء ۳: ۵۳۴ ۔ شذرات الذهب، ابن عماد الحنبلی ۱: ۷۲

(۲) اس سے مراد مروان بن حکم ہے۔

(۳) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا: جب لوگ بیعت کریں گے میں بھی کر لوں گا پھر مکہ مشرفہ چلے گئے۔ رہے ابن زبیر رضی اللہ عنہ تو انہوں نے اگلے دن کا وعدہ کیا اور اسی رات مکہ مکرمہ کی طرف چل نکلے۔ ان کے بھائی عمرو بن زبیر (۱) نے ان کی طرف پیغام بھیجا کہ یزید بن معاویہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ تیری طرف سے (انکار کو) قبول نہیں کرے گا یہاں تک کہ تجھے چاندی کے طوق میں ڈال کر لایا جائے چنانچہ انہوں نے اس کے کہنے کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ (۲)

---

(۱) عمرو بن زبیر بن عوام الاسدی القرشی، عبداللہ بن زبیر کے بھائی ہیں۔ ۶۰ ہجری میں مدینہ کی پولیس کے افسر بنائے گئے۔ پھر اس کے بعد اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے جنگ کے لئے بھیجا گیا۔ عبداللہ نے ان پر قابو پایا اور ان کے قتل کا حکم دیا۔ الاعلام ۵:۲٤٦

(۲) الطبری ۵:۳۳۸ ۔ الکامل ٤:١٤ ۔ البدایة ٨:١٤٦

فصل: حضرت امام حسین ﷺ کا مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے جانا

حضرت امام حسین ﷺ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو اہل کوفہ نے حضرت امام حسین ﷺ کو اپنے پاس (کوفہ میں) بلانا شروع کیا۔ اور انہوں نے کہا: کہ ہم ایک لاکھ (کی تعداد میں) آپ کے ساتھ ہیں۔ (۱)

ہمیں خبر دی ہے ابن ناصر نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ابو محمد بن سراج نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ابو طاہر محمد بن علی العلاف نے، انہوں نے کہا: ہمیں خبر دی ابو الحسین ابن اخی میمی نے، انہوں نے کہا: ہمیں بیان کیا ہے ابو علی بن صفوان نے، انہوں نے کہا: ہمیں بیان کیا ہے ابو بکر بن ابی الدنیا نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ہے محمد بن صالح القرشی نے، انہوں نے کہا: ہم سے بیان کیا ہے علی بن محمد القرشی نے، انہوں نے روایت کیا ہے یونس بن ابو اسحاق سے، انہوں نے کہا: جب اہل کوفہ کو خبر ملی کہ حضرت امام حسین ﷺ مکہ مکرمہ تشریف لئے آئے ہیں اور انہوں نے یزید بن معاویہ کی بیعت نہیں کی تو ان کی طرف سے آپ کے پاس وفود آئے۔ اور سلیمان بن صرد (۲)

---

(۱) البدایة ۸: ۱۷۰

(۲) سلیمان بن صرد بن ابی الجون بن سعد السلولی الخزاعی ابو مطرف جلیل القدر صحابی ہیں۔ جنگ جمل و صفین میں مولا علی ﷺ کے ساتھ شریک ہوئے۔ وہ ان لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے امام حسین ﷺ کو خط لکھے اور پھر اس سے پیچھے ہٹ گئے۔ ۶۵ ہجری میں قتل ہوئے۔

الاصابه، ابن حجر العسقلانی ۱: ۷۶۔ الاعلام ۳: ۱۸۸

اور مسیّب بن نجبہ (۱) نے آپ کو خط لکھے۔ اور روساء شہر نے یزید کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے اور آپ کو اپنی بیعت لینے کی طرف متوجہ کیا۔ اور کہا: کہ ہم نے لوگوں کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ آپ کی طرف دیکھ رہے ہیں اور آپ کے منتظر ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے ساتھ حق پر جمع فرمائے گا اور آپ کے سبب و وسیلہ سے لوگوں کو اس ظلم وستم اور جور و جفا سے نجات و چھٹکارا عطا فرمائے گا جس میں وہ مبتلا ہیں۔ اور آپ یزید کے مقابلہ میں امر خلافت کے زیادہ حق دار ہیں۔ جس نے خلافت پر غاصبانہ قبضہ کرلیا ہے، خیار امت کو قتل کیا ہے۔(۲) چنانچہ آپ (حضرت امام حسین ؑ) نے حضرت مسلم بن عقیل ؑ کو بلایا اور فرمایا: آپ کوفہ جایئے۔(۳) اگر ان کی طرف سے آپ اجتماع واکٹھ دیکھیں تو مجھے لکھ دیجئے۔(٤)

اہل سیر نے لکھا ہے امام حسین ؑ نے جب مسلم بن عقیل ؑ کو کوفہ بھیجا تو یزید کو یہ خبر ملی تو اس نے عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنادیا اور یزید نے اس کو لکھا: مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ

---

(۱) المسیب بن نجبہ بن ربیعہ بن رباح الفزاری تابعی تھے۔ اپنی قوم کے سردار تھے اور مولا علی کے ساتھ جنگوں میں شریک ہوئے۔ سنہ ٦٥ ہجری میں سلیمان کے ساتھ خون حسین کا مطالبہ کرتے ہوئے قتل ہوئے۔

الاصابہ ٣:٤٩٥ ۔ الاعلام ٨:١٢٥

(۲) طبری نے متعدد خطوط کا ذکر کیا ہے مگر اس ضمن میں اس خط کا ذکر نہیں کیا۔

ملاحظہ فرمایئے، للطبری ٥:٣٥٢ ۔ الکامل ٤:٢٠

(۳) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(٤) الکامل ٤:١٩

(حضرت امام) حسین عراق کی طرف متوجہ ہوئے ہیں ان پر نظر رکھو اور ہتھیار بند لوگ مقرر کر دو، پہرہ لگا دو اور الزام لگا کر گرفتار کر لو۔ (جس سے بدگمانی ہو اس کو بھی گرفتار کر لو اور جس پر تہمت بھی ہو اسے بھی حراست میں لے لو اور گرفتار کر لو) (۱)

امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو خط لکھ دیا کہ تیرہ ہزار افراد نے میری بیعت کر لی ہے۔ اس لئے جلدی تشریف لے آیئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ (مکہ مکرمہ سے کوفہ کے لئے) چل پڑے۔ ادھر عبید اللہ بن زیاد نے امام مسلم کو گرفتار کروا کر قتل کروا دیا (شہید کر دیا) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل کو ابن زیاد کی طرف سے گرفتار کئے جانے اور آپ کی شہادت کی خبر ملنے سے پہلے قیس بن مسہر کو ان کی طرف قاصد بنا کر بھیجا۔ ابن زیاد نے قیس بن مسہر کو گرفتار کروایا اور ان سے کہا: لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور امام حسین کو گالی دو۔ (معاذ اللہ ثم العیاذ باللہ) ابن زیاد نے امام پاک کے بارے میں کذاب ابن کذاب کے الفاظ استعمال کئے۔ (حضرت قیس بن مسہر) منبر پر چڑھے اور فرمایا: اے لوگو: میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو (منزل) حاجر (۲) میں چھوڑا ہے۔ میں تمہاری طرف ان کا قاصد بن کے آیا ہوں تا کہ ان کی امداد و نصرت کرو۔ ابن زیاد کے حکم سے انہیں محل کی چھت سے (نیچے) گرا دیا گیا۔ چنانچہ وہ شہید ہو گئے۔ (۳)

امام حسین رضی اللہ عنہ کو مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا

---

(۱) الطبری ۵:۳۸۱ ۔ البدایة ۸:۱۶۸

(۲) بلند سطح زمین جس کا وسط و درمیان پست جگہ ہو۔ نہر کے کنارے کا وہ حصہ جو پانی کو روک دے۔

الفاموس المحیط، مادہ حجر ص: ٤٧٥

(۳) الطبری ۵:۳۹۵ ۔ الکامل ٤:٤١ ۔ البدایہ ۸:۱٦۸

(٤) مخطوطہ (ص) میں "ابونا" ہے، ہمارے باپ

(اس موقع پر) بنوعقیل بن ابی طالب میں سے پانچ افراد آپ کے ساتھ تھے۔ وہ کہنے لگے: کیسے واپس لوٹیں گے جبکہ ہمارے بھائی (۴) کو شہید کر دیا گیا ہے۔ (ہم بدلہ لئے بغیر واپس نہیں لوٹیں گے یا ان کی طرح شہادت کا جام نوش کریں گے۔) تو امام حسین ﷺ چل پڑے۔ یہاں تک کہ سواروں نے آپ کو آ گھیرا تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارے پاس خود نہیں آیا بلکہ تمہارے خطوط اور (قاصد) میرے پاس آئے۔ (اس لئے میں تمہارے بلانے پر آیا ہوں) انہوں نے جواب دیا: ہم نہیں جانتے جو آپ کہہ رہے ہیں؟ پھر آپ نے کربلا کی طرف رجوع فرمایا دراں حالیکہ آپ کے ساتھ ۴۵ سوار اور تقریباً ۱۰۰ پیدل تھے۔ پھر ابن زیاد نے عمرو بن سعد بن ابی وقاص کو سالار لشکر مقرر کیا۔ اور کہا: الحسین!!

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمرو سے فرمایا: مجھے چھوڑ دو میں اسلامی سرحد پر چلا جاتا ہوں یا وہیں واپس چلا جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں یا پھر مجھے خود یزید کے پاس جانے دو۔ (۱)

---

(۱) الطبری ۵:۴۱۳ ۔ البدایہ ۸:۱۷۰

حضرت امام حسین ﷺ کے اس قول کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے کہ مجھے چھوڑ دو میں کسی اسلامی سرحد پر چلا جاتا ہوں یا وہیں واپس چلا جاتا ہوں جہاں سے آیا ہوں یا پھر میں خود یزید کے پاس چلا جاتا ہوں۔ بایں طور کہ یہ روایت تاریخ کی بڑی بڑی کتابوں میں موجود نہیں جیسے "الاخبار الطوال لابی حنیفہ الدینوری، ص:۲۵۴" میں بھی موجود نہیں۔ اور الطبری ۵:۴۱۴ ۔ الکامل ۴:۵۴ وغیرہ نے حضرت امام حسین ﷺ کے ایک غلام عقبہ بن سمعان سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں:

(میں حضرت امام حسین ﷺ کے ساتھ مدینہ سے مکہ، مکہ سے عراق اور آپ کی شہادت تک آپ کے ساتھ رہا۔ آپ نے اپنی شہادت کے دن تک لوگوں سے جتنے خطاب فرمائے وہ سب میں نے سنے، خدا کی قسم! آپ نے کبھی بھی نہیں فرمایا کہ میں یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے دوں گا اور نہ ہی یہ فرمایا کہ میں مسلمانوں کی کسی سرحد پر چلا جاؤں گا۔ بلکہ آپ نے صرف یہ فرمایا مجھے چھوڑ دو بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں ....

عمرو نے ابن زیاد کو یہ سارے صورت حال لکھ بھیجی تو اس نے جواب دیا: نہیں کوئی رورعایت اور کرامت وعزت نہیں جب تک کہ وہ میرے ہاتھ میں ہاتھ نہ دے دیں۔ اگر وہ انکار کریں تو ان سے جنگ کرو اور جب قتل ہو جائیں تو ان کے سینہ کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔ اس نے یہ شعر پڑھے۔

الان حین تعلقته حبالنا یرجو الخلاص و لات حین مناص

خبردار! جس وقت ہمارے پھندے اس کو اپنے جال میں پھانسیں گے تب وہ نجات وخلاص کا امیدوار ہوگا جبکہ وہ وقت خلاص ونجات کا نہ ہوگا۔ (یعنی اب کہ وہ ہمارے چنگل میں آ پھنسا ہے بچ کر نکل جانا چاہتا ہے لیکن اب نکل جانے کا وقت بیت چکا) (۱)

صفحہ گذشتہ کا بقیہ......

میں جہاں سے آیا ہوں وہیں (مکہ شریف) واپس چلا جاؤں یا مجھے اس وسیع وعریض زمین میں کسی طرف نکل جانے دو (کہ میں دیکھوں کہ یزید کا انجام کیا ہوتا ہے، لوگ اس کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں)

ہمارے نزدیک یہی روایت صحیح ہے۔ اس لئے کہ امام حسین ؑ سے مدینہ میں بھی یہی مطالبہ کیا گیا تھا اور یونہی جب مکہ مکرمہ میں اہل مکہ کے درمیان آپ عزت واکرام سے رہ رہے تھے (آپ نے یہ کہنا ہوتا تو اس وقت فرما دیتے) اب جبکہ آپ کوشش اور لڑائی کی تہہ تک پہنچ چکے ہیں آپ کا یہ مطالبہ دو باتوں سے خالی نہیں: (۱) خوف (۲) سیاسی چالوں میں سے ایک چال اور دونوں آپ کے اخلاق وطریقہ سے بعید ہیں۔ میں سمجھتا ہوں یہ روایت ان لوگوں کی طرف سے ہے جو دنیوی زندگی کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور آخرت کے مقابلے میں دنیوی زندگی کو عزیز رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد وقتال پر ذلت ورسوائی کی زندگی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(۱) الطبری ۵:۴۱۱۔ الکامل ۴:۵۳ یہاں ابن زیاد کا شعر اس طرح ہے۔ مفہوم تقریباً ایک ہی ہے

الان اذ علقت مخالبنا به یرجو الخلاص و لات حین مناص

فصل: حضرت امام حسین ؓ اور آپ کے ساتھیوں کی شہادت

امام حسین ؓ نے فرمایا: "میں کبھی بھی اپنا ہاتھ ابن زیاد کے ہاتھ میں نہیں دوں گا
اور امام حسین ؓ نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا، آج رات تاریکی اور اندھیرے میں متفرق ہو جاؤ (بکھر جاؤ) اور مجھے چھوڑ کے (یہاں سے) چلے جاؤ۔"

آپ کے ساتھیوں نے جواب دیا: "ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم ہم ہرگز ہرگز آپ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے، یہاں تک کہ وہی کچھ (تکلیف و مصیبت) ہمیں پہنچے جو آپ کو پہنچے۔"

(۱) پس یزیدی لشکر آپ کے اور پانی کے درمیان حائل ہو گیا (اور آپ پر پانی بند کر دیا)۔(۲)

آپ نے ارشاد فرمایا: " کیا تمہارے لئے میرا قتل جائز و درست ہے؟ کیا میرا خون تمہارے لئے حلال ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کی بیٹی کا بیٹا (تمہارے نبی کا نواسہ) نہیں ہوں اور کیا میں ان کے چچا کے بیٹے کا بیٹا نہیں ہوں؟

کیا تم نے رسولِ کریم ﷺ کا وہ فرمان نہیں سنا جو آپ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

"یہ دونوں جنتی جوانوں کے سردار ہیں؟۔"(۳)

---

(۱)الطبری ۵:۴۱۸

(۲)الطبری ۵:۴۱۲

(۳)سنن الترمذی۔ کتاب المناقب مناقب الحسن والحسین ۵:۳۲۱

مجمع الزوائد(الھیثمی)۹:۱۴۸۔ اور طبرانی نے بھی اس کو روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اگرتم میری تصدیق کروتو فبہاوگرنہ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، ابوسعید الخدری (۱) اور زید بن ارقم ﷺ سے پوچھ لو۔

شمر نے کہا: میں صرف اللہ کی عبادت کرتا ہوں، میں نہیں جانتا جو آپ کہہ رہے ہیں۔

عمرو بن سعد پہلا شخص تھا جس نے لشکر امام حسین ﷺ پر پہلا تیر چلایا۔ حضرت امام علی (اکبر) بن الحسین ﷺ جنگ کیلئے نکلے اور آپ یہ (رجز) پڑھ رہے تھے۔

انا علی بن الحسین بن علی..........نحن و بیت اللّٰہ اولی بالنبی

من شمر و عمر و ابن الدعی

میں علی بن حسین بن علی ہوں۔ بیت اللہ کی قسم ہم نبی کریم ﷺ کے سب سے زیادہ قرابت دار ہیں۔ شمر عمرو اور ابن الدعی (ابن زیاد) کے مقابلے میں ہماری قرابت بالکل واضح ہے۔ (۲)

ایک آدمی نے آپ کو نیزہ مارا اور آپ کو شہید کر دیا۔ یہ علی اکبر تھے۔ امام حسین ﷺ کی اولاد میں سے ایک چھوٹا بچہ آیا اور آ کر آپ کی گود میں بیٹھ گیا۔ یزیدی لشکر کے ایک بد بخت نے اس کو تیر مارا تو وہ شہید ہو گیا۔

امام حسین ﷺ نے پینے کے لئے پانی طلب فرمایا، پانی آپ کے پاس لایا گیا آپ نے اُسے پینے کا ارادہ فرمایا۔ تو حصین بن نمیر (۳) نے ایک تیر مارا جو آ کے آپ کو لگا اور آپ کے ہاتھ سے

---

(۱) اس سے مراد حضرت ابوسعید الخدری ﷺ ہیں۔

(۲) ابن الدعی وہ عبداللہ بن زیاد ہے۔ الطبری ٥:٤٤٦ ۔الکامل ٤:٧٤ ۔البدایة ٨:١٨٥
حوالہ جات کے الفاظ میں اختلاف ہے۔ (مفہوم یکساں ہے)

(۲) حصین بن نمیر بن نائل الکندی السکونی، ابوعبدالرحمٰن ۔ وہ اہل حمص کے مضبوط و ماہر جرنیلوں میں سے تھا۔ یہ وہ بد بخت ہے جس نے مکہ مکرمہ میں ابن زبیر کا محاصرہ کیا اور کعبہ معظمہ پر منجنیق سے سنگ باری کی۔ اشتر کے ساتھ ابن زیاد کی جنگ میں ابن زیاد کیساتھ ہی مارا گیا۔

تهذیب ابن عساکر، ٤:٣٧٤ ۔الاعلام، ٢:٢٧٩

خون بہنا شروع ہو گیا۔(۱)

پھر امام حسین ﷺ کے سب ساتھیوں اور آپ کے گھر کے افراد کو شہید کر دیا گیا اور مردوں میں سے صرف آپ اکیلے باقی رہ گئے۔ آپ نے مدافعت و مزاحمت فرمائی۔ زرعہ بن شریک نے آپ کے شانہ پر ضرب لگائی ایک اور بد بخت نے آپ کے کندھے پر دوسری ضرب لگائی۔ سنان بن انس نے آپ پر حملہ کیا اور آپ کی ہنسلی کی ہڈی میں نیزہ مارا۔ پھر آپ کے سینہ میں نیزہ مارا۔ آپ زمین پر آ رہے تو اس نے آپ کو شہید کر دیا۔(۲) اور آپ کا سرِ انور کاٹ لیا۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کا سرِ انور خولی بن یزید(۳) نے کاٹا۔ آپ کے جسم نازنین پر 33 زخم موجود تھے(۴) اور آپ کے کپڑوں میں تیر لگنے کی وجہ سے تقریباً 119 پھٹن موجود تھے۔

پھر انہوں نے (یزیدی لشکر نے) آپ کے کپڑے اور ہتھیار تک لوٹ لئے۔ آپ کی تلوار، القلافس النہشی نے لی۔ آپ کا پائجامہ، بحر بن کعب نے اتار لیا اور آپ کو مجرد (بے لباس) کر دیا۔ آپ کا جبہ، قیس بن الاشعث نے لے لیا۔ آپ کا عمامہ، جابر بن یزید(۴) نے لیا

---

(۱) الکامل، ٤:٧٦ ۔ البدایة، ٨:١٨٨۔١٨٦

(۲) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔ امام حسین ﷺ کو کس نے شہید کیا اس میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ دیکھئے: البدایة ٨:١٨٨۔ تذکرة الخواص، ص:٢٥٣۔ مؤرخین نے پانچ اشخاص کا ذکر کیا ہے۔

سنان، حصین بن نمیر، مہاجر بن اوس تمیمی۔ کثیر بن عبد اللہ شعبی۔ شمر بن ذی الجوشن۔

(۳) خولی بن یزید اصبحی، جب مختار نے خون حسین کا بدلہ لیا اس کو بھی قتل کیا اور 66 ہجری میں قتل کے بعد جلا دیا۔ البدایة، ٨:٢٧٢

(٤) الطبری ٥:٤٥٣۔ البدایة ٨:١٨٨

(٤) ان اوباش بدمعاشوں بے ایمانوں کا ترجمہ (حالات) نہیں مل سکے جنہوں نے امام کو قتل کیا اور ان کا سامان لوٹا، صرف یہی ملا کہ مختار نے امام حسین ﷺ کا بدلہ لیتے ہوئے انہیں قتل کیا۔

اور حضرت فاطمہ بنت الحسین کی چادر بھی چھین لی گئی۔ نیز یزیدیوں نے آپ (یعنی فاطمہ بنت حسین) کے کانوں کی بالیاں اور زیور تک چھین لیا۔(۱)

پھر عمرو نے پکارا، منادی کروائی۔ جو امام حسین ؓ کا سر لائے گا اُسے ہزار درہم انعام دیا جائے گا۔ پھر عمرو نے کہا، کون لوگ ہیں جو اپنے گھوڑوں سے امام حسین کی نعش کو روندیں گے؟ (یہ سن کر) کچھ لوگ (دس شخص) نکلے اور انہوں نے امام عالی مقام کی مقدس نعش کو گھوڑوں سے اس طرح روند ڈالا کہ امام عالی مقام کا سینہ و پشت چکنا چور ہو گئے۔(۲) عمرو نے آپ کے سرِ انور کو ابن زیاد کے پاس (کوفہ) بھیج دیا۔ عورتوں اور بچوں کو بھی سوار کر کے (کوفہ بھیج دیا)۔ یہ قافلہ جب میدان کارزار سے گذرا تو حضرت سیّدہ زینب نے انتہائی درد و کرب کے ساتھ روتے ہوئے کہا:

"اے اللہ کے رسول آپ کی دہائی ہے! دہائی ہے! دیکھئے یہ حسین چٹیل میدان میں خون میں لتھڑے ہوئے اعضاء بریدہ پڑے ہیں۔ اے رسولِ خدا! آپ کی دہائی ہے کہ آپ کی بیٹیاں اسیر و قیدی ہیں۔ آپ کی اولاد کے لاشے بے گور و کفن پڑے ہیں اور ہوائیں ان پر خاک اڑا رہی ہیں۔"(۳) حضرت زینب کی یہ دلدوز فریاد سن کر دوست دشمن سب رو پڑے۔

زر بن حبیش (٤) نے کہا، پہلا وہ سر جسے نیزے پر بلند کیا گیا وہ امام حسین ؓ کا

---

(۱) الکامل، ٤:٧٨۔ البدایۃ، ٨:١٨٨

(۲) الطبری، ٥:٤٥٤۔ الکامل، ٤:٨٠۔ البدایۃ، ٨:١٨١

(۳) الطبری، ٥:٤٥٤۔ الکامل، ٤:٨١۔ اور اس میں یوں ہے، "یارسول اللہ! آپ پر آسمان کے فرشتوں کا درود و سلام! دیکھئے آپ کی بیٹیاں قیدی ہیں ......۔"

(٤) زر بن حبیش بن حباشہ بن اوس الاسدی۔ زمانۂ جاہلیت و اسلام کو پایا مگر نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھا۔ تابعی ہیں۔ 120 سال عمر پائی۔ دیر الجماجم کے واقعہ میں وفات ہوئی۔ حلیہ الاولیاء، ٤:١٨١۔ الاعلام ٣:٧٥۔

سرمبارک ہے۔ (۱)

انہوں نے (یوں) کہا: ہمیں خبر دی ابن الحصین نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابن المذہب نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن جعفر نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن احمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا میرے باپ نے، نیز ہمیں خبر دی یحیٰ بن ثابت بن بندار نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا میرے باپ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابوبکر البرقانی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا احمد بن ابراہیم اسماعیلی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عمران (۲) نے۔ اُنہوں نے کہا ہم سے بیان کیا (۳) عثمان بن ابی شیبہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسین بن محمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا جریر بن حازم نے، انہوں نے روایت کی محمد بن سیرین سے، انہوں نے روایت کی انس بن مالک سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرمبارک ابن زیاد کے پاس لایا گیا اور اُسے طشت میں رکھا گیا تو وہ (ایک چھڑی سے) آپ (کی ناک پر) مارنے لگا اور اس نے آپ کے حسن کے بارے میں کچھ کہا۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "امام عالی مقام رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بہت زیادہ مشابہ تھے اور آپ نے وسمہ کا خضاب کیا ہوا تھا۔" امام بخاری نے یہ حدیث ذکر کی ہے (٤)

---

(۱) الطبری ٥:٣٩٤۔ الکامل ٤:٨٣۔ البدایة ٨:١٩١

اور صاحب کامل نے کہا ہے: "پہلا سر جو زمانہ اسلام میں اُٹھایا گیا وہ عمرو بن الحمق کا سر ہے۔"

(۲) مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے۔ (۳) مخطوطہ (ق) میں قالا ہے۔

(٤) صحیح البخاری، کتاب الفضائل، باب مناقب الحسن والحسین، ٥:٣٣

ہمیں خبر دی ہے ابن ناصر نے۔ انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابن السراج نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے ابو طاہر محمد بن علی العلاف نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابوالحسن ابن اخی میمی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے الحسین بن صفوان نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابوبکر ابن ابی الدنیا نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے علی بن مسلم نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے سلیمان بن حرب نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے حماد بن زید نے، انہوں نے روایت کیا ہے علی بن زید سے، انہوں نے حضرت انس بن مالک سے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر انور، ابن زیاد کے پاس لایا گیا تو میں اس وقت اس کے پاس تھا اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ایک چھڑی سے آپ کے دندان مبارک کو چھیڑنا شروع کیا اور آپ کے حسن و جمال پر اعتراض کرنے لگا۔ تو میں نے کہا: اپنی چھڑی پیچھے ہٹا لے، خُدا کی قسم میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ وہ امام کے منہ کی اس جگہ کو چومتے تھے جس جگہ تو چھڑی لگا رہا ہے۔" (۱)

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں اور ہم سے بیان کیا ہے عبدالرحمٰن بن صالح العتکی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے مہدی بن میمون نے، انہوں نے روایت کیا حرام بن عثمان الانصاری سے، انہوں نے سعید بن ثابت سے، انہوں نے مرداس سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے سعید بن معاذ اور عمرو بن سہل سے روایت کیا کہ وہ دونوں (سعید بن معاذ اور عمرو بن سہل) ابن زیاد کے پاس تھے کہ وہ اپنی چھڑی امام عالی مقام کے ناک اور

---

(۱) المعجم الکبیر الطبرانی ۳:۱۲۵۔ مجمع الزوائد ۹:۱۹۵۔

اور کہا: "اسے بزار اور طبرانی نے ایسی سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے جن کے راوی ثقہ (قابلِ اعتماد) ہیں۔"

آنکھوں پر مارنے لگا اور اس کے ساتھ آپ کے چہرے پر بھی مارنے اور چھونے لگا، آپ کے چہرے کے بارے میں طعن کرنے لگا تو حضرت زید بن ارقم ؓ نے اسے کہا: اپنی چھڑی ہٹا لے میں نے رسول کریم ﷺ کو دیکھا کہ تیری چھڑی کی جگہ پر وہ اپنے ہونٹ رکھے ہوئے تھے۔ ابن زیاد نے زید بن ارقم سے کہا: تو بوڑھا ہو گیا ہے اور تیری عقل ماری گئی ہے۔"(۱)

حضرت زید ارقم ؓ نے فرمایا میں تیرے سامنے ایک اور ایسی حدیث بیان کرتا ہوں جو تجھ پر اس سے بھی زیادہ سخت ہوگی (اور تیرا دل جلائے گی) میں نے رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ نے امام حسن کو اپنی دائیں ران پر بٹھایا ہوا تھا اور امام حسین کو اپنی بائیں ران پر بٹھایا ہوا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان دونوں کے سر (چندیا) پر رکھا اور پھر آپ نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں کو تیرے سپرد کرتا ہوں اور صالح مؤمنین کے سپرد کرتا ہوں۔ پس (مقام غور ہے کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تیری امانت کیسی ہے؟ (اور تو رسول اللہ ﷺ کی ودیعت کردہ امانت کیساتھ کیا سلوک کرتا ہے؟) (۲)

ابن ابی الدنیا نے کہا اور مجھے خبر دی احمد بن عباد حمیری نے، انہوں نے روایت کیا ہے ہشام بن محمد سے، انہوں نے ایک ازدی شیخ سے، انہوں نے کہا جب امام حسین ؓ کا سرِ انور اور ان کے بچے اور عورتیں ابن زیاد کے پاس لائی گئیں اس وقت حضرت سیّدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہما نے معمولی پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور دیگر عورتوں نے انھیں چھپا رکھا تھا (کنیزیں ان کے گرداگرد بیٹھی ہوئی تھیں)۔

---

(۱) الطبری ٥:٤٥٦۔ الاخبار الطوال ص: ٢٦٠۔ البدایة، ٨: ١٩٠

(۲) مجمع الزوائد ٩: ١٩٤، اور کہا: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس میں محمد بن سلیمان بن بزیع ہے جسے میں نہیں پہچانتا، باقی راوی ثقہ ہیں۔ تذکرۃ الخواص، ص: ٢٥٧

ابن زیاد نے پوچھا: "یہ کون ہیں؟"

آپ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس نے تین بار ایسا ہی کہا اور تینوں مرتبہ آپ نے اس سے کلام نہیں کیا۔ ایک کنیز نے جواب دیا یہ زینب بنت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما ہیں۔ تو ابن زیاد سیدہ زینب سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: "اللہ کا شکر ہے جس نے تم لوگوں کو رسوا کیا، قتل کیا اور تمہاری کہانیوں کو جھوٹا کر دیا۔" اس پر سیدہ زینب نے فرمایا: "اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے سرفرازی اور عزت وکرامت عطا فرمائی۔ ہمیں پاک وطاہر بنایا۔ ہم نہیں بلکہ فاسق ذلیل ہوتے ہیں اور فاجر جھٹلائے جاتے ہیں۔"

اس نے کہا: "تو نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تیرے گھر والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟"

حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے جواباً فرمایا: "ان کی قسمت میں شہادت لکھی تھی اس لئے وہ شہید ہو گئے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہیں اور انہیں ایک جگہ پر جمع فرمائے گا اس وقت وہ تیرے خلاف اپنا مقدمہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کریں گے۔"(۱)

ابن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ ہم سے بیان کیا محمد بن صالح نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے علی بن محمد ازدی شیخ سے، انہوں نے سلیمان بن راشد سے روایت کیا، انہوں نے حمید بن مسلم سے، حمید بن مسلم کہتے ہیں ابن زیاد نے ہمارے سامنے خطبہ دینا شروع کیا۔ کہنے لگا: "خدا کا شکر ہے جس نے حق اور حق والوں کو فتح یاب کیا۔ امیر المؤمنین (یزید لعین) اور اس کی جماعت کی مدد کی اور کذاب ابن کذاب (حسین بن علی) (معاذ اللہ) اور ان کے ساتھیوں کی جماعت کو ہلاک کیا۔" حضرت عبداللہ بن عفیف ازدی (۲) بول اُٹھے اور فرمانے لگے،

---

(۱) الطبرانی ۵:۵۷ ٤۔ (اور اس میں الفاظ مختلف مگر مفہوم یکساں ہے)

"اے ابن مرجانہ (مرجانہ کے بیٹے) کذاب ابن کذاب تو ہے اور تیرا باپ ہے، جھوٹا تو ہے اور تیرا باپ ہے اور جھوٹا وہ ہے جس نے تجھے گورنر بنایا۔" (۱)

جب حضرت شاہ حسن بصری کو حضرت امام حسین ﷛ کی شہادت کی اطلاع ملی تو آپ اتنا روئے کہ ان کے کندھے پھڑ کنے لگے، پھر آپ نے فرمایا:

"ہائے ذلت ورسوائی! اس قوم کیلئے جن کے نبی کے بیٹے کو ابن دعی (ابن زیاد) نے قتل کر دیا"۔ (شہید کر دیا)۔ (۲) (اس امت کو کیا ہو گیا کہ اس کے نبی کا بیٹا قتل کر دیا گیا اور وہ دیکھتی رہی)۔

اور ربیع بن خثیم (۳) نے کہا: "انہوں نے ان بچوں کو قتل کیا ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سفر سے واپس تشریف لاتے تو انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیتے (اور سینے سے لگا لیتے)۔" (٤)

---

(۱) اور ان کو ابن زیاد نے قتل کیا ہے بعد اس کے جو اس کے کلام کا رد کیا ہے۔ یعنی ابن زیاد نے ان کے جرأت مندانہ جواب کی بنا پر ان کو قتل کروا دیا۔ الکامل ٤:٨٢

(۲) الطبری ٥:٤٥٨۔ الکامل ٤:٨٢

(۳) تذکرۃ الخواص ص:٢٦٨

(٤) الربیع بن (خثیم) بن عائذ بن عبداللہ الثوری الکوفی، ابو یزید نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ پایا اور وہ انتہائی عبادت گذار بندوں میں سے تھے۔ اور اس بارے میں ان کا کلام بھی ماثور ومنقول ہے۔ کہا گیا ہے کہ سنہ 65 ہجری میں فوت ہوئے۔ اس کے علاوہ بھی اقوال ہیں۔

سیر اعلام النبلاء ٤:٢٥٨۔ تہذیب التہذیب ٣:٢٤٢

(٤) تذکرۃ الخواص ص:٢٥٨

فصل: حضرت امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کے مبارک سر یزید (لعین) کے دربار میں۔

پھر ابن زیاد نے زحر بن قیس کو بلایا اور اس کے ساتھ حضرت امام حسینؑ اور آپ کے ساتھیوں کے مبارک سروں کو یزید (لعین) کے پاس بھیجا۔(۱) کیونکہ یزید کی طرف سے ایک قاصد ابن زیاد کے لئے یہ حکم لے کر آیا تھا کہ وہ امام حسینؑ کا سارا ساز و سامان اور ان کے اہل بیت کے بقیہ افراد کو اس کے پاس بھیج دے۔(۲)

(۱) الطبری ٥:٤٥٩۔ الکامل ٤:٨٣۔ البدایة ٨:١٩١

(۲) یہ ابن زیاد کے افعال قبیحہ ہیں۔ حضرت امام حسینؑ کو اس کے حکم سے شہید کیا گیا اور اسی کا حکم مانتے ہوئے شہید کیا گیا۔ اس کا کسی نے بھی انکار نہیں کیا اور اہل سیر و تاریخ کا بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ پھر اس کے بعد ذہبی اپنی کتاب [سیر ٣:٥٤٩] میں ابن زیاد کے ترجمہ (حالات) میں لکھتا ہے: "کہ ہم رضائے الٰہی کے لئے ان سے بغض و دشمنی رکھتے ہیں اور ان سے براءت و بے زاری کا اظہار کرتے ہیں مگر ان پر لعنت نہیں کرتے اور ان کا امر (معاملہ) اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔" گویا اس (ذہبی) نے اللہ تعالیٰ کا فرمان نہیں سنا۔

﴿ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝ ﴾ [النساء ٤:٩٣]

اور جو شخص قتل کرے کسی مومن کو جان بوجھ کر تو اس کی سزا جہنم ہے۔ ہمیشہ رہے گا اس میں اور غضبناک ہوگا اللہ تعالیٰ اس پر اور لعنت ڈالے گا اس پر اور تیار کر رکھا ہے اس نے اس کیلئے عذاب عظیم۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں فرمایا: "اس پر اتفاق کیا گیا ہے کہ یزید کا نام لئے بغیر (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر......)

ہمیں خبر دی ہے عبدالوہاب بن مبارک نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوالحسین بن عبدالجبار نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی الحسین بن علی الطناجیری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا خالد بن خراش نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا حماد بن زید نے، انہوں نے روایت کیا جمیل بن مرہ سے، انہوں نے ابی الوضیی سے انہوں نے کہا: "وہ اونٹ ذبح کئے گئے جن پر حضرت امام حسین ؓ اور ان کے ساتھیوں کے مبارک سر اٹھائے گئے تھے تو وہ ان کا گوشت نہ کھا سکے کیونکہ ان کا گوشت اندرائن سے زیادہ کڑوا ہو چکا تھا۔" (۱)

جب امام حسین ؓ اور آپ کے ساتھیوں کے مبارک سر یزید کے پاس پہنچے (۲) تو وہ دربار لگا کر بیٹھا تھا اور شامی رؤوسا کو بلوا کر ان کو اپنے گرداگرد بٹھایا ہوا تھا۔ پھر حضرت امام حسین ؓ کا سرِ انور اس کے سامنے رکھا گیا تو اس نے (اپنے ہاتھ کی) چھڑی آپ کے چہرہ انور پر مارنا شروع کی اور کہنے لگا:

يفلقن هاماً ، من رجال اعزة

علينا وهم كانوا اعق و اظلما

انہوں نے (یعنی تلواروں نے) ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑیں جو ہم پر غالب تھے

گذشتہ صفحہ کا حاشیہ......

جس نے حضرت امام حسین ؓ کو قتل کیا یا قتل کا حکم دیا یا اس کو جائز سمجھا یا اس پر راضی ہوا، ان سب پر لعنت کرنا جائز ہے۔ لہذا ذہبی کا قول تعصب پر مبنی ہے۔ پس حضرت امام حسین ؓ کے قاتلوں پر قیامت تک اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔"

(۱) تذكرة الخواص ، ص: ۲٦٧ ـ البداية ٨ : ٢٠١ ـ اور کہا: "یہ من گھڑت واقعات میں سے ہے۔"

(۲) ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ امام حسین ؓ کا سرِ انور شام میں یزید کے پاس نہیں لایا گیا تھا۔
منهاج السنة ٤:٥٥٧

اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔ (۱)

ہمیں خبر دی ہے محمد بن ناصر نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی جعفر بن احمد بن سراج نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابو طاہر محمد بن علی علاف نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوالحسین بن اخی میمی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حسین بن صفوان نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن محمد بن ابی الدنیا القرشی نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے محمد بن صالح نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا علی بن محمد نے انہوں نے روایت کیا خالد بن یزید بن بشیر سکسکی سے، انہوں نے اپنے باپ سے، انہوں نے قبیصہ بن ذ ؤیب خزاعی سے، انہوں نے کہا حضرت امام حسین ﷺ کا سرِ انور لایا گیا اور یزید کے سامنے رکھا گیا تو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ایک چھڑی سے آپ کے سرِ انور پر ضرب ماری اور پھر مندرجہ بالا شعر پڑھا:

"ہمارے ہاتھ کی تلواروں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیاں توڑیں جو ہم پر غالب تھے اور وہ نہایت نافرمان اور ظالم تھے۔"

ابن ابی الدنیا نے کہا اور ہم سے بیان کیا ابراہیم بن زیاد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبدالعزیز بن عبداللہ نے، ہم سے بیان کیا عبدالعزیز دراوردی نے، انہوں نے روایت کیا حرام بن عثمان سے، انہوں نے حضرت جابر انصاری ﷺ کے ایک بیٹے (بیٹوں میں سے ایک بیٹے) سے انہوں نے حضرت زید بن ارقم ﷺ سے روایت کیا۔

---

(۱) یہ شعر حصین میں حمام مُری کا ہے۔

شرح اختیار المفصل، خطیب تبریزی ۱:۳۲۵_المعجم الکبیر ۳:۱۱۵۔ مجمع الزوائد ۹:۱۹۳۔ اور کہا اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں مگر ضحاک جس کی حالت معلوم نہیں ہوئی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں یزید بن معاویہ کے پاس تھا۔ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور اس کے پاس لایا گیا تو اس نے لکڑی کے ساتھ آپ کے ہونٹوں پر مارنا شروع کیا۔ (۱) اور وہ مندرجہ بالا شعر پڑھنے لگا۔

میں نے اُسے کہا: "اپنی چھڑی ہٹالے، (اور اس گستاخی سے باز آجا)۔"

اس نے جواب دیا: "تم مجھے (اس سے) روکتے اور منع کرتے ہو؟"

تو میں نے جواباً کہا: "میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے امام حسن کو اپنے دائیں ران پر اور امام حسین کو اپنے بائیں ران پر بٹھا رکھا ہے اور اپنا دایاں ہاتھ مبارک امام حسن کے سرِ انور پر رکھا ہوا تھا اور اپنا بایاں ہاتھ امام حسین کے سر مبارک پر اور آپ فرما رہے تھے:

"اے اللہ! میں ان دونوں کو تیرے اور صالح مؤمنین کے سپرد کرتا ہوں۔"

پھر اس کے بعد حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ یزید سے کہنے لگے: "اے یزید! رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی ودیعت و امانت کے لئے تیری حفاظت کیسی ہے؟" (انکی ودیعت و امانت کی یوں حفاظت کر رہا ہے اور ان کے ساتھ یہ ظالمانہ وسفاکانہ سلوک کر رہا ہے؟)

ابن ابی الدنیا نے کہا اور ہمیں بیان کیا ہے ابو الولید نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے خالد بن یزید بن اسد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے عمار الدہنی نے، اور انہوں نے روایت کیا ابو جعفر سے، انہوں نے کہا:

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرِ انور یزید کے سامنے رکھا گیا اس وقت وہاں حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ موجود تھے (۱) تو یزید (لعین) نے چھڑی کے ساتھ امام پاک رضی اللہ عنہ کے چہرہ انور پر مارنا شروع کر دیا اور مندرجہ بالا شعر پڑھنے لگا تو حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ نے اسے کہا:

---

(۱) مخطوط (ص) میں ہے: ینقر۔ مفہوم یکساں ہے۔

اپنی چھڑی ہٹا لے اٹھالے (اور اس گستاخی سے باز آ) خدا کی قسم میں نے بارہا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس چہرہ انور اور ان ہونٹوں کو چومتے ہوئے دیکھا ہے۔(۱)

ابن ابی الدنیا نے کہا اور ہم سے بیان کیا سلمۃ بن شبیب نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے الحمیدی نے، انہوں نے روایت کیا ہے سفیان سے، انہوں نے کہا میں نے سالم بن ابی حفصہ کو کہتے سنا کہ الحسن نے کہا: یزید بن معاویہ نے (حضرت امام حسین ﷺ) کے چہرۂ انور پر جہاں رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنا چہرہ مبارک رکھتے تھے چھڑی سے مارنا شروع کیا اور اس کی توہین کرنے لگا۔ سفیان کہتے ہیں مجھے خبر دی گئی ہے کہ حسن نے اس کے فوراً بعد یہ شعر پڑھا۔

سمیة أمسی نسلها عدد الحصی　　　و بنت رسول الله لیس لها نسل

سمیہ کی نسل تو کنکریوں کی تعداد کو پہنچ گئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کی نسل (یعنی آل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) میں سے کوئی بھی باقی نہیں بچا۔(۱)

---

(۱) نضلہ بن عبید، اور کہا گیا ہے نضلۃ بن عمرو، اور اس کے سوا بھی قول ہیں، حضور نبی کریم ﷺ کے صحابی تھے۔ غزوۂ خیبر اور فتحِ مکہ میں شریک ہوئے۔ سن 60ھ میں فوت ہوئے اور ایک قول کے مطابق سن 64ھ میں۔

سیر اعلام النبلاء ۳: ٤٠- تهذيب التهذيب ١٠: ٤٤٦

(۲) الطبری ٥: ٣٩٠- الکامل ٤: ٨٥- البداية ٨: ١٩٢-

ابن تیمیہ نے منهاج السنة ٤: ٥٥٧ پر کہا ہے: یزید کا یہ فعل ثابت نہیں، یہ جھوٹ ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے جو اس کے چھڑی مارنے کے وقت حاضر تھے وہ شام میں نہیں تھے وہ تو عراق میں تھے۔

(۱) عبدالرحمٰن بن ام الحکم کا قول ہے۔ المعجم الكبير ٣: ١١٦- اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ یحییٰ بن الحکم کا قول ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ یحییٰ بن اکثم کا قول ہے۔ دیکھئے:

الطبری ٥: ٤٦٠- الکامل ٤: ٩٠-٨٩- البداية ٨: ١٩٣- مجمع الزوائد ٩: ١٩٨

اور کہا: "اس کو طبرانی نے روایت کیا اور محمد بن الحسن ابن زبالہ ضعیف ہے۔"

ہمیں خبر دی ہے علی بن عبید اللہ الزاغونی نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے محمد بن احمد الکاتب نے، (۱) انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن ابی سعد الوراق نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے محمد بن حمید نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے محمد بن یحیٰی الاحمری نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے لیث نے، انہوں نے روایت کیا ہے مجاہد سے، انہوں نے کہا حضرت امام حسین بن علی ؑ کا سرِ انور لایا گیا اور یزید بن معاویہ کے سامنے رکھا گیا تو اس نے تمثیلاً مندرجہ ذیل دو شعر پڑھے:

لیت اشیاخی ببدر شهدوا　　جزع الخزرج من وقع الأسل (۲)

فاهلوا و استهلوا فرحا　　ثم قَالُوْا لِیْ (بغیب) (۳) لا تشل

اے کاش! بدر میں قتل ہونے والے میرے اشیاخ بنو خزرج کا نیزوں کی ضربوں سے چیخنا چلانا دیکھتے۔ پس وہ خوشی سے نعرے بلند کرتے اور خوشی سے ان کے چہرے دمک اُٹھتے۔ پھر غائبانہ طور پر مجھے دُعا دیتے ہوئے کہتے کہ تمہارے ہاتھ کبھی بیکار نہ ہوں۔

مجاہد کہتے ہیں: "یزید لعین نے پھر اس معاملے میں منافقت کا سہارا لیا اور اپنے لشکر کے ہر فرد کو ملامت کی اور بُرا بھلا کہا۔" (۱)

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں ہے ہمیں خبر دی ہے ابوجعفر بن سلمہ نے انہوں نے ابوعبداللہ مرزبانی سے روایت کیا ہے

(۲) الاسل. الرماح، نیزے۔　　(۳) مخطوطہ (ق) میں ہے۔ هنیئاً خوشی مبارک۔

(۱) الاخبار الطوال ص: ۲۶۷۔ البدایۃ ۸: ۱۹۲۔ وہ امام حسین ؑ کے قتل پر تشفی واطمینان ظاہر کرتا ہے۔ اور اس کا یہ فعل بدلہ تھا اس کا جو مشرکین بدر کو پیش آیا۔ (قتل وذلت ورسوائی)۔

یہ روایت مؤرخین کے درمیان محل اتفاق نہیں۔ بہت سے مؤرخین مثلاً طبری نے اپنی تاریخ اور ابن اثیر نے کتاب الکامل میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ ابن کثیر نے بھی البدایہ میں اس پر جزم نہیں کیا۔ البدایۃ ۸: ۱۹۲ کے حاشیہ میں ہے: "یہ متصور نہیں لگتا کہ یزید نے یہ اشعار پڑھے ہوں کیونکہ مؤرخین نے انہیں واقعہ حرہ کے بعد ذکر کیا ہے۔ پھر امام حسین ؑ کے واقعہ میں خزرج میں سے کوئی حاضر نہیں تھا۔"

میں کہتا ہوں۔ یہ اشعار ابن زبعری (۱) کے ہیں۔ جو درج ذیل ہیں۔

لیت اشیاخی ببدر شهدوا　　جزع الخزرج من وقع الأسل

حین القت بعباء برکها　　واستحر القتل فی عبد الاشل

و قتلنا الضعف من نسائهم　　و عدلنا میل (۲) بدر فاعتدل

اے کاش! بدر میں قتل ہونے والے میرے اشیاخ بنوخزرج کا نیزوں کی ضربوں سے چیخنا چلانا دیکھتے۔ جس وقت انہوں نے اپنی کمزور عبائیں پھینک دیں اور عبدالاشل میں سخت جنگ اور قتل وغارت (واقع) ہوئی۔ ہم نے ان کی دوگنا عورتوں (یا دوگنا اشراف) کو قتل کر دیا ہے اور یومِ بدر کے (میزان کے) جھکاؤ کو برابر کر دیا ہے۔

اور یہ اس لئے کہ مسلمانوں نے بدر کے دن کافروں کے بہت سے افراد کو قتل کیا۔ پھر (کافروں نے) احد کے دن مسلمانوں کے بہت سے افراد کو شہید کیا۔ تو یزید (لعین) نے اس سے استشہاد کیا (اس کو گواہی دی) اور اس کے بعض الفاظ کو بدل دیا۔ یہ استشہاد و گواہی اس کی ذلت ورسوائی کے لئے کافی ہے۔ (۳)

---

(۱) عبداللہ بن زبعری بن قیس قرشی اپنے دورِ جاہلیت میں مسلمانوں کے شدید خلاف تھا۔ پھر فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوا۔ اور نبی کریم ﷺ کی مدح کی۔ الاصابة ۲: ۳۰۸۔ الاعلام ٤: ۲۱۸

(۲) مخطوطہ (ص) میں مثل کا لفظ ہے۔

اور ہم نے سیرۃ ابن ھشام ۳: ۶۹ اور سیرۃ ابن کثیر ۳: ۱۱۰ سے اس کی تصحیح کی ہے۔

(۳) مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے۔ اور ہم وہی کہتے ہیں جو ابن کثیر نے البدایة ۸: ۲۲٤ میں کہا ہے۔

اگر یزید بن معاویہ نے ایسا کہا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اور تمام لعنت کرنے والوں کی بھی لعنت ہو اور اگر اس نے ایسا نہیں کہا تو اس کو لوگوں کی نظروں میں بُرا اور قبیح بنا دینے کیلئے ایسا گھڑنے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔

فصل: خاندان نبوت کے قیدیوں کو یزید (لعین) کی مجلس میں پیش کیا جانا۔

پھر یزید نے علی بن امام حسین امام زین العابدین اور بچوں اور عورتوں کو بلوایا اس حال میں وہ رسیوں میں جکڑے ہوئے تھے، رسیوں سے باندھے ہوئے تھے۔ اس حالت میں انھیں یزید (لعین) کے سامنے لایا گیا تو امام زین العابدین علی بن حسین نے اس سے کہا۔ اے یزید! تیرا کیا خیال ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ ہمیں اس طرح رسیوں سے بندھے اور جکڑے ہوئے دیکھتے (تو آپ کے قلب اطہر پر کیا گذرتی)! تو کیا تو ہمارے بارے میں ذرا بھی نرم گوشہ نہیں رکھتا؟ (اور تجھے کچھ بھی شرم نہیں آتی) تو اس (لعین) نے جواب دیا: "اے علی تمہارے باپ نے قطعی رحمی کی اور میری سلطنت کو مجھ سے چھیننا چاہا۔ دیکھ خدا نے اس سے کیا سلوک کیا ہے؟" پھر عورتوں اور بچوں کو لا کر اس کے سامنے بٹھایا گیا تو ایک شامی خبیث (مردود) آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا:

"اے امیر یزید! یہ عورت یعنی فاطمہ بنت علی مجھے دے دو۔" حالانکہ آپ پاکباز اور سیّدہ تھیں۔ آپ ڈر گئیں اور اپنی بڑی بہن حضرت سیّدہ زینب کا آنچل پکڑ لیا تو حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بول اُٹھیں "تو جھوٹا ہے تو نے جھک ماری اور بیہودہ بات کی ہے۔ واللہ نہ تیری مجال ہے نہ یزید کی نہ یہ تیرے لئے حلال و جائز ہے اور نہ ہی یزید کیلئے۔" اس پر یزید لعین بھڑک اُٹھا (۱) اور بکنے لگا: "اے زینب! تو نے جھوٹ بولا ہے یہ میرے لئے (جائز) ہے۔ اگر میں ایسا کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں۔"

---

(۱) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواباً ارشاد فرمایا: "خُدا کی قسم تو ایسا ہرگز ہرگز نہیں کرسکتا(۱) مگر یہ کہ تو ہمارے دین وملت سے نکل جائے اور ہمارے دین ومذہب کے سوا کوئی اور دین اختیار کرلے۔" (۲) (یعنی یہ کسی مسلمان کے لئے جواُن کی کفوٴ میں سے نہیں ہرگز جائز وحلال نہیں)۔

پھر اس نے قافلۂ اسیران اہل بیت کو مدینہ طیبہ بھیج دیا اور امام حسین ؓ کے سرِ انور کو عمرو بن سعید بن العاص(۳) کے پاس بھیج دیا جو کہ اس کی طرف سے مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ اس نے سرِ انور کو پکڑا اور اپنے سامنے رکھا اور آپ کے ناک کا بانسہ پکڑا۔ پھر اس کے حکم سے سرِ انور کو کفن دیا گیا اور آپ کی اماں پاک سیّدہ کائنات رضی اللہ عنہا کی قبر انور کے پاس دفن کیا گیا۔ محمد بن سعد نے ایسے ہی بیان کیا ہے۔(٤)

ابن ابی الدنیا نے عثمان بن عبدالرحمٰن کی روایت کا ذکر کیا ہے جو انہوں نے محمد بن عمر بن صالح (٥) سے روایت کی ہے کہ انہوں نے امام حسین ؓ کے سر مبارک کو یزید کے

---

(۱) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) الطبری ٥:٤٦١۔ الکامل ٤:٨٦۔ البدایۃ ٨:١٩٤

(۳) عمرو بن سعید بن العاص بن امیہ بن عبد شمس اموی القرشی، ابوامیہ معاویہ اور ان کے بیٹے یزید کی طرف سے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ اپنی فصاحت کی وجہ سے اشدق کے لقب سے ملقب تھا۔ ٧٠ ہجری میں عبدالملک بن مروان نے اسے قتل کیا۔ تہذیب التہذیب ٨:٣٧۔ الاعلام ٥:٢٤٦

(٤) طبقات ابن سعد ٥:٢٣٨ میزان الاعتدال ٣:٦٦٦۔ لسان المیزان ٥:٣١٨

(٥) محمد بن عمر بن صالح الکلاعی الحموی، اہل حماۃ میں سے تھا۔ ابن عدی نے کہا ہے ثقات (ثقہ راویوں) سے مناکیر (منکر احادیث) بیان کرتا تھا۔ ابن حبان نے کہا۔ بہت منکر الحدیث تھا۔

ایک خزانہ میں پایا تو انہوں نے اسے کفن پہنایا اور دمشق میں باب فرادیس (۱) کے پاس دفن کیا۔ محدثین کے نزدیک عثمان اور محمد (لَيْسَا بِشَيْءٍ) کوئی چیز نہیں۔ یعنی ان کا اعتبار نہیں اور پہلا قول (پہلی روایت) زیادہ صحیح ہے۔ (۲)

ہمیں خبر دی ہے ابن ناصر نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابو محمد بن سراج نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے محمد نے (۳) انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابو طاہر بن علاف نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابن اخی میمی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے حسین بن صفوان نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے خالد بن یزید نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے عمار الدہنی نے، انہوں نے روایت کیا ہے ابی جعفر سے، انہوں نے کہا جب اسیران کربلا کا قافلہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو بنو عبد المطلب کی ایک عورت اپنے بال کھولے

---

(۱) دمشق کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اہل شام کروم، بساتین باغوں کو فرادیس کہتے ہیں۔

معجم البلدان، یاقوت حموی ٤:٢٤٣

(۲) دیکھئے۔ تذکرۃ الخواص ص٢٦٦-٢٦٥۔ البدایۃ ٨:٢٠٤

اور یہاں کچھ دیگر اقوال بھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

(۱) کربلا کی طرف لوٹایا گیا اور جسم اطہر کے ساتھ دفن کیا گیا۔

(۲) فرات کے کنارے مسجد رقہ میں مدفون ہوئے۔

(۳) قاہرہ میں مدفون ہوئے۔

مؤرخین کے درمیان یہ اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا سرِ انور نیزے کی نوک پر بلند کیا گیا اور اُسے بلاد و اعصارِ اسلامیہ میں پھرایا گیا یہاں تک کہ وہ جگہ بھی مشہور نہ ہو سکی جہاں آپ مدفون ہیں۔ لہذا ابن تیمیہ کا یہ کلام کہ سرانور کو نیزے پر بلند نہیں کیا گیا، یہ دعوی بلا دلیل ہے اور جمہور مؤرخین کے خلاف ہے۔

(۳) مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے۔

اور اپنی آستین اپنے سر پر رکھے باہر نکلی اور ان سے آ کر ملی اور رو رو کر کہنے لگی:

ماذا تقولون (ان)(۱) قال النبی لکم ماذا فعلتم و انتم آخر الامم

بعترتی و باھلی بعد مفتقدی منھم اساری و قتلی (ضرجوا)(۲) بدم

ما کان ھذا جزائی اذ نصحت لکم ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحمی (۳)

تم کیا جواب دو گے اگر نبی کریم ﷺ نے تم سے پوچھا کہ میری اُمت ہوتے ہوئے تم نے میرے بعد میری اہل بیت اور میری اولاد سے کیا سلوک کیا کہ ان میں سے بعض کو تم نے قیدی بنایا اور بعض کا خون بہایا۔ میں نے تمہیں جو نصیحت کی تھی کہ میرے بعد میرے قرابت داروں سے بُرا سلوک نہ کرنا، اس کی جزا یہ تو نہ تھی۔

ابراہیم نخعی نے کہا: اگر (بالفرض) میں قاتلین امام حسین ؓ کے ہمراہیوں میں سے بھی ہوتا پھر مجھے کہا جاتا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ تو میں شرم وحیا اور ندامت وشرمندگی محسوس کرتا کہ رسولِ کریم ﷺ مجھے دیکھیں درآں حالیکہ میں نے ایسا کیا ہوتا۔ (یعنی اپنے اس فعل کی وجہ سے رسولِ کریم ﷺ کا سامنا کرنے سے حیا اور ندامت محسوس کرتا۔ (٤)

---

(۱) مخطوطہ (ص) میں "لو" ہے۔ (مفہوم تقریباً یکساں ہے)۔

(۲) مخطوطہ (ق) میں ہے (ضرخوا) بمعنی لطخوا۔ آلودہ کرنا، القاموس المحیط۔ مادہ ضرج: ۲۵۲

(۳) الطبری ٥: ۳۹۰۔ الکامل ٤: ۸۱۔ البدایہ ۸: ۱۹۸۔ المعجم الکبیر ۳: ۱۲٤-۱۱۸

اور کہا کہ وہ زینب بنت عقیل تھیں۔ مجمع الزوائد ۹: ۲۰۰ اور کہا اسے طبرانی نے ایسی سند سے روایت کیا ہے جو منقطع ہے اور اسے دوسری سند سے بھی روایت کیا جو اس سے عمدہ ہے۔

(٤) مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے اور ایک قول کا ذکر کیا۔

تہذیب الکمال، المزی ٦: ٤۳۹۔ تہذیب التہذیب ۲: ۳۵۵۔ مجمع الزوائد ۹: ۱۹۵

اور کہا: اس کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

ابن ابی الدنیا نے بیان کیا ہے کہ جب ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حضرت امام حسین ﷺ کی شہادت کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا: "انہوں نے (یزیدیوں نے) آپ کو شہید کیا ہے (۱) اللہ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے۔" پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ (۲)۔

ہمیں خبر دی ہے ابو منصور القزاز نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے احمد بن علی بن ثابت نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابن زرق نے، انہوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا ہے ابوبکر محمد بن عمر الحافظ نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے فضل بن حباب نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے محمد بن عبداللہ الخزاعی نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے حماد بن سلمہ نے، عمار بن ابی عماد سے روایت کی ہے، انہوں نے ابن عباس سے، حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز میں نے دوپہر کے وقت خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ کے بال مبارک بکھرے ہوئے گرد آلود ہیں۔ دست مبارک میں (خون سے بھری ہوئی) ایک بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا: "یہ بوتل کیسی ہے؟" (اور اس میں خون کیسا؟) آپ نے فرمایا: "یہ حسین اور اس کے ساتھیوں کا خون ہے جسے میں آج صبح سے جمع کر رہا ہوں۔" حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم نے (اس تاریخ اور وقت کو) یاد رکھا۔ جب خبر آئی تو پتہ چلا کہ امام حسین ﷺ اسی دن شہید کیے گئے تھے (۳)

---

(۱) مخطوط (ق) میں "فعلوا" کا لفظ آیا ہے۔

(۲) تهذیب الکمال ۶: ۴۳۹۔ سیر اعلام النبلاء ۳: ۳۱۸

(۳) مسند الامام احمد ۱: ۲۸۳۔ المعجم الکبیر ۳: ۱۱۰۔ مجمع الزوائد ۹: ۱۹۴
اور کہا: اس کو روایت کیا ہے احمد اور طبرانی نے۔ اور احمد کے راوی صحیح کے راوی ہیں۔
البدایة ۸: ۲۰۰۔ اور کہا: احمد اس کے ساتھ متفرد ہوئے ہیں۔ اور اس کی سند قوی اور مضبوط ہے۔

میں (ابن جوزی) کہتا ہوں کہ عمرو بن سعد اور ابن زیاد کے فعل سے اتنا تعجب نہیں جتنا تعجب یزید (لعین) کے افعال قبیحہ سے ہے کہ اس نے (اپنی) غرض فاسد کے حصول کے لئے سر انور کی توہین کی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے دندان مبارک پر چھڑی ماری۔ سر انور کو کربلا سے کوفہ و دمشق اور پھر کافی عرصہ گذرنے کے بعد مدینہ منورہ کی طرف واپس لوٹایا۔

کیا خوارج (۱) کے ساتھ بھی ایسا سلوک روا رکھنا جائز ہے؟ (ہرگز نہیں ایسا سلوک تو خوارج کے ساتھ بھی روا رکھنا جائز نہیں)۔

کیا شریعت کا حکم یہ نہیں تھا کہ ان کی نمازِ جنازہ پڑھی جاتی (۲) اور انہیں دفن کیا جاتا؟ رہا اس کا یہ قول کہ "میں ان کو قید کرتا"۔ یہ ایسا امر ہے جو اپنے فاعل اور معتقد کو لعنت سے نہیں بچا سکتا۔ (۳) اور اگر وہ سر امام کا احترام کرتا جب وہ اس کے پاس پہنچا تھا اور اس پر

---

(۱) یہ وہ فرقہ ہے جو حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے عہد زمانہ خلافت میں ظاہر ہوا۔ یہ وہ لوگ جنگ صفین میں آپ کے ساتھ تھے، جس دن اصحاب معاویہ نے مصاحف کو نیزوں پر بلند کیا تو انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنگ روکنے کے فیصلہ سے اتفاق نہ کیا۔ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: "قوم ہمیں کتاب اللہ کی طرف بلاتی ہے اور تم ہمیں سیف وقتال کی طرف بلاتے ہو۔" جب آپ نے تحکیم پر اتفاق کیا تو خوارج نے اپنے قول سے رجوع کیا اور کہنے لگے: "غیر اللہ کو حکم بنانے کا قول کر کے ہم نے کفر کیا ہے" اور انہوں نے امام سے بھی رجوع اور توبہ کا مطالبہ کیا مگر آپ نے انکار کیا تو وہ آپ کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے (لہذا خارجی کہلائے)۔ الملل والنحل، شہرستانی ۱:۱۵۵

(۲) مخطوطہ (ص) میں "عَلَيْهِ" ہے۔ معنی یکساں ہے

(۳) مخطوطہ (ص) میں "بِاللَّعْنَةِ" ہے۔ معنی میں فرق نہیں۔

نماز پڑھتا اور اسے طشت میں نہ رکھواتا (۱) اور نہ ہی چھڑی کے ساتھ اس کو مارتا تو یہ فعل اسے کیا ضرر و نقصان پہنچاتا کیونکہ قتلِ امام سے اُسے مقصود تو حاصل ہو چکا تھا۔ لیکن اس میں جاہلیت کی کینہ پروری تھی جس کی دلیل اس کا وہ شعر پڑھنا ہے جس کا ذکر پہلے بھی گذر چکا ہے "اے کاش بدر میں قتل ہونے والے میرے بزرگ آج کا منظر دیکھتے۔"

---

(۱) مخطوطہ (ق) میں "طشت" اور مخطوطہ (ص) میں "طست" کا لفظ آیا ہے۔ مفہوم ایک ہے۔

فصل: اہل مدینہ نے یزید (لعین) کی بیعت توڑ دی

جب سنہ ۶۲ ہجری کا آغاز ہوا۔ تو یزید نے عثمان بن محمد بن ابی سفیان (۱) کو مدینہ کا گورنر مقرر کیا۔ اس نے مدینہ منورہ سے ایک وفد یزید کے پاس بھیجا۔ جب وہ وفد واپس لوٹا تو انہوں نے مدینہ منورہ میں لوگوں کے سامنے یزید کا کریہہ المنظر (اصلی چہرہ) ظاہر کیا اور کہا ہم اس شخص کے پاس (۲) سے ہو کر آئے ہیں جس کا کوئی دین نہیں، وہ شراب پیتا ہے، ستار بجاتا اور گاتا ہے، کتوں سے کھیلتا ہے اور دل بہلاتا ہے۔ (اے اہل مدینہ) ہم تمہیں گواہ بنا کر کہتے ہیں کہ ہم نے اس کی بیعت توڑ دی ہے۔

حضرت منذر (۳) نے کہا: خدا کی قسم اس نے مجھے ایک لاکھ درہم تحفہ میں دیئے ہیں لیکن یہ تحفہ مجھے یہ کہنے سے نہیں روک سکتا کہ میں اس کے بارے میں سچی بات بتاؤں۔

---

(۱) عثمان بن محمد بن امیۃ۔ یزید بن معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا۔ حضرت معاویہ ؓ کے وصال کے وقت دمشق میں تھا۔ سنہ 57 ہجری اور سنہ 59 ہجری میں امیر حج تھا۔

معجم بنی امیہ ، صلاح الدین المنجد ص :۱۲۸

(۲) مخطوطہ (ص) کے ساقط ہے۔

(۳) المنذر بن زبیر بن عوام بن خویلد، ابوعثمان۔ حضرت عمر ؓ کے زمانہ خلافت میں پیدا ہوئے۔ قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والوں میں شامل تھے۔ اپنے بھائی عبداللہ بن زبیر سے ناراض ہو کر کوفہ میں سکونت اختیار کر لی۔ سنہ 64 ہجری میں جب شامیوں نے حضرت ابن زبیر کا محاصرہ کر لیا تھا، تو ان کی نصرت و امداد کیلئے آگئے، اور انہی ایام میں قتل ہوئے۔ طبقات ابن سعد ۵ :۱۸۲۔ سیر اعلام النبلاء ۳ :۳۸۱

خُدا کی قسم وہ شراب پیتا ہے اور وہ (۱) نشہ میں چُور، مست و مدہوش رہتا ہے یہاں تک کہ نمازوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ (۲)

پھر مدینہ منورہ کے باسیوں نے عبداللہ بن حنظلۃ الغسیل (۳) کی بیعت کی اور یزید کے گورنر عثمان بن محمد (٤) کو مدینہ منورہ سے نکال دیا۔

حضرت ابن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: "اے قوم! خُدا کی قسم ہم یزید کے خلاف اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے جب ہمیں یہ خوف لاحق ہو گیا کہ (اس کی بدکاریوں کی وجہ) سے ہم پر کہیں آسمان سے پتھر نہ برس پڑیں۔ کیونکہ یہ (بدبخت) شخص یزید (لعین) ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کے ساتھ نکاح کو جائز قرار دیتا، شراب پیتا اور نماز چھوڑتا تھا۔ خدا کی قسم اگر لوگوں میں سے کوئی بھی میرا ساتھ نہ دیتا تب بھی میں پرواہ نہ کرتا اور اس معاملہ میں شجاعت کا مظاہرہ کرتا۔

عبداللہ بن عمرو (٥) جو کہ معتبر اور ثقہ راویوں میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ

---

(۱) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔ "انہ" کا لفظ ہے۔ معنیٰ میں کوئی فرق نہیں۔

(۲) الکامل ٤:۱۰۳۔ البدایۃ ۸:۲۱۸-۲۱٦

(۳) عبداللہ بن حنظلہ بن ابی عامر الراہب الانصاری، ابو عبدالرحمن۔ اہل مدینہ کے ساتھ یزید کے خلاف خروج کیا۔ انصار کے امیر ہوئے جنہوں نے مرمٹنے پر ان کی بیعت کی۔ خود بھی مرنے مارنے کیلئے جنگ میں کود پڑے یہاں تک کہ شہید کردیئے گئے۔ سیر اعلام النبلاء ۳:۳۲۱

اور اس میں واقعہ حرہ کی تفصیل ہے۔ تھذیب التھذیب ٥:۱۹۳

(٤) الطبری ٥:٤۸۲

(٥) علی بن محمد بن عبداللہ، ابو الحسن بصرہ کے رہنے والے تھے۔ مدائن میں سکونت اختیار کی۔ پھر بغداد منتقل ہو گئے۔ اور یہیں سنہ ۲۲٥ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی تاریخ بہترین تاریخ تھی اور ان سے لوگوں نے اپنی تاریخ اخذ کی۔ تاریخ بغداد ۱۲:٥٤۔ اعلام ٥:۱٤۰

منبر نبوی کے پاس جمع ہوئے اور یزید کی بیعت توڑنے کا اعلان کیا۔ پس عبداللہ بن ابی عمرو بن حفص مخزومی (۱) نے کہا: "میں یزید کی بیعت کو اس طرح توڑتا ہو جس طرح میں نے اپنا عمامہ اتا دیا ہے۔" (۲) پھر اپنا عمامہ اپنے سر سے اُتار دیا نیز فرمایا: "میں یہ کہہ رہا ہوں حالانکہ اس نے مجھے انعام واکرام سے نوازا ہے۔ لیکن وہ اللہ کا دشمن، بہت نشہ کرنیوالا، نشہ میں مست و مدہوش (اور نشہ میں چور چور) ہے۔"

یزید کو اہل مدینہ کے بیعت توڑ دینے کی خبر پہنچی تو اس نے مسلم بن عقبہ (مسرف بن عقبہ) (۳) کو بھیجا اور کہا: "لوگوں کو تین مرتبہ (میری بیعت کی) دعوت دینا۔ اگر وہ تیری دعوت کو قبول کرلیں تو ٹھیک ورنہ ان سے جنگ کرنا اور جب تو ان پر غلبہ حاصل کرلے۔ (جب تو ان پر غالب آجائے) تو تین دن کے لئے اُسے (مدینہ طیبہ) کو لوٹ مار کے لئے مباح قرار دینا۔ اس میں جو کچھ مال ومتاع، اسلحہ وہتھیار اور کھانے کی چیزیں ہیں وہ سب لشکر کے لئے ہیں اور جب تین دن گذر جائیں تو ان سے ہاتھ روک لینا اور انہیں چھوڑ دینا۔"

چنانچہ مسرف بن عقبہ نے تین دن کیلئے مدینہ طیبہ کو مباح قرار دے دیا۔ (مسرف کی فوج کے لوگ) مردوں کو قتل کرتے۔ اموال لوٹ لیتے اور عورتوں پر واقع ہوتے۔ (٤)

---

(۱) یعنی ہمیں ان کے حالات نہیں مل سکے۔ ہم ترجمہ (حالات) حاصل کرنے پر قادر نہیں ہوئے۔
طبری ٥: ٤٨٠۔ البدایة ٨: ٢١٦ میں ہے کہ روایت ذکر کی گئی ہے عن طریق (ابوالحسن المدائنی)

(۲) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۳) مسلم بن عقبہ بن رباح المری، ابوعقبہ۔ اموی دور میں چالاک، درشت اور سخت دل لوگوں کا لیڈر تھا۔ یزید نے اس کو لشکر کا امیر بنایا۔ اس نے مدینہ منورہ کو مباح قرار دیا اور واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کو قتل کیا۔ لہذا اہلِ حجاز نے اس کا نام (مسرف) رکھ دیا۔ ٦٣ ہجری میں مرگیا۔ الاصابہ ٣: ٤٩٤۔ الاعلام ٨: ١١٨

(٤) الطبری، ٥: ٤٨٤۔ الکامل، ٤: ١١٢۔ البدایة، ٨: ٢١٨

(یعنی ان سے جبراً بدفعلی کرتے۔ (معاذ اللہ ثم العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

ایک عورت نے مسرف بن عقبہ سے اپنے بیٹے کے بارے میں سفارش کی جبکہ وہ پکڑا گیا تھا (قید کرلیا گیا تھا) تو اس نے کہا جلدی کرو پکڑ لاؤ اور اس کو قتل کردو۔ پھر اس کی گردن ماری گئی۔ (۱) پھر مسرف نے لوگوں کو یزید کی بیعت کرنے کی دعوت دی اور کہا: "بیعت کرو اس پر کہ تم اس کے غلام ہو (۲) اور تمہارے مال بھی اسی کے ہیں۔" (اگر چاہے تو تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کردے۔ یزید بن عبداللہ بن زمعہ (۳) نے کہا: "ہم کتاب اللہ پر بیعت کرتے ہیں چنانچہ اس کے حکم سے ان کو قتل کردیا گیا۔" (۴)

سعید بن مسیب کو پکڑ کر مسرف کے پاس لائے اور ان سے کہا: "بیعت کرو۔" انہوں نے جواب دیا: "میں صرف سیرتِ ابوبکر اور عمر پر بیعت کرتا ہوں۔" (ان کے طریقے پر بیعت کرتا ہوں)۔ اس نے ان کے قتل کا حکم دیا تو ایک آدمی نے گواہی دی کہ وہ مجنون (پاگل ودیوانے) ہیں تو اس نے ان کو چھوڑ دیا۔ (۵)

---

(۱) البدایة ۸: ۲۲۲ اور کہا سلف صالحین مسلم کو مسرف کہتے تھے۔ اللہ اس بڈھے کھوسٹ کو تباہ کرے کتنا جاہل تھا۔

(۲) خدم (غلام) القاموس المحیط۔ مادہ الخال۔ ص ۱۲۸۷

(۳) یزید بن عبداللہ بن زمعہ بن الاسود بن المطلب بن اسد بن عبدالعزی بن قصی۔ کہا گیا ہے کہ مسرف نے ان سے کہا کہ غلامی اور نافرمانی پر بیعت کرو تو انہوں نے کہا کہ ہم مسلمانوں میں سے ہیں ہمارے لئے وہی ہے جو مسلمانوں کیلئے ہے اور ہم پر وہی واجب ہے جو ان پر واجب ہے۔
طبقات بن سعد۔ القسم المتمم لتابعی اھل المدینہ، ص: ۱۰۳

(۴) الطبری ۴۹۱:۵

(۵) البدایة ۸: ۲۲۱

محمد بن سعد نے طبقات میں بیان کیا ہے (۱) کہ مروان بن حکم، مسرف بن عقبہ کو اہل مدینہ کے خلاف ابھارتا اور اکساتا تھا اور اس کا مددگار بن کر اس کے ساتھ اہل مدینہ پر حملہ آور ہوا یہاں تک کہ اس نے اہل مدینہ پر غلبہ حاصل کر لیا اور اس نے تین دن تک مدینہ طیبہ میں قتل وغارت گری اور لوٹ مار کا بازار گرم رکھا۔ جب مروان، یزید کے پاس گیا تو یزید نے اس کارروائی پر مروان کا شکریہ ادا کیا اور اس کو اپنا مصاحب بنالیا۔

المدائنی نے کتاب ''الحرة'' میں امام زہری سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا جنگ حرہ (۲) کے دن قریش، انصار ومہاجرین اور ان کے غلاموں میں سے ۷۰۰ لوگ شہید ہوئے اور غلاموں، آزاد مردوں اور عورتوں میں سے جنہیں میں پہچانتا نہیں تھا وہ دس ہزار کی تعداد میں شہید ہوئے۔ (۳)

ہمیں خبر دی ہے محمد ابن ناصر نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے مبارک بن عبدالجبار نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابوالحسن محمد بن عبدالواحد نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابوبکر احمد بن ابراہیم بن شاذان نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے احمد بن شبیبہ البزار نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے احمد بن حارث الخزاز نے، بیان کیا ہم نے ابوالحسن المدائنی نے، انہوں نے روایت کیا ہے ابی عبدالرحمٰن القرشی سے، انہوں نے خالد سے انہوں نے اپنی پھوپھی ام الہیثم بنت یزید سے، وہ کہتی ہیں:

میں نے قریش کی ایک عورت کو طواف کرتے ہوئے دیکھا تھوڑی دیر میں ایک سیاہ

---

(۱) طبقات ابن سعد ۵:۳۹

(۲) الحرة۔ بوسیدہ سیاہ پتھروں والی زمین کو حرہ کہتے ہیں گویا کہ وہ پتھر آگ سے جلے ہوئے ہیں اور اس واقعہ کو یوم حرہ کہتے ہیں۔ معجم البلدان ۲:۲۴۵

(۳) البدایة ۸:۲۲۱

رنگ کا جوان اس کے پاس آیا تو اس نے اسے گلے لگایا اور اس کو بوسہ دیا تو میں نے حیرانگی سے پوچھا: "اے اللہ کی بندی! کیا تو اس سیاہ رنگ سے یہ کچھ کر رہی ہے؟"

اس نے جواب دیا: یہ میرا بیٹا ہے اس کا باپ یوم حرۃ میں مجھ پہ واقع ہوا تو میں نے اسے جنا (یہ پیدا ہوا)۔

المدائنی سے روایت ہے، وہ ابو قرۃ سے روایت کرتے ہیں: ہشام بن حسان نے کہا: "واقعۂ حرہ کے بعد اہل مدینہ کی ہزار کنواری عورتوں کے ہاں بچے پیدا ہوئے۔" (۱)

میں (محدث ابن جوزی) کہتا ہوں: "جو عجائب (عجیب و غریب واقعات و مظالم کی داستان) دیکھنا چاہتا ہے وہ حرہ کے دن اہل مدینہ پر ڈھائے جانے والے ان مظالم کو دیکھ لے جو یزیدی لشکر کی لوٹ مار سے رونما ہوئے جنہیں یزید نے اس کی کھلی چھٹی دے دی تھی (اس) کتاب کو ہم نے اپنے شیخ ابوالفضل بن ناصر (۲) سے سماع کیا ہے اس کے متعدد اجزاء ہیں مگر ہم طوالت نہیں چاہتے۔"

انہوں نے کہا (۳) ہم کو خبر دی ہے ابن الحصین نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابن المذہب نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے احمد بن جعفر نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے عبداللہ بن احمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے میرے باپ نے، انہوں نے

---

(۱) البدایۃ ۷: ۲۲۱۔ تذکرۃ الخواص ص ۲۸۹

(۲) محمد بن ناصر بن محمد بن علی السلامی، فارسی الاصل تھے پھر بغدادی۔ متعدد علوم میں مہارت تامہ حاصل تھی ابن جوزی کہتے ہیں میں نے ان کے پاس ۳۰ سال پڑھا۔ کسی اور سے اتنا استفادہ نہیں کی جتنا استفادہ ان سے کیا ہے۔ ۵۵۰ ہجری میں فوت ہوئے۔ الذیل علی طبقات الحفابلہ ۱: ۲۲۵۔ شاید مؤلف نے ان کی کتاب المنتظم کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (مذکورہ بالا کتاب الحرۃ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ (مترجم)

(۳) مخلوط (ص) میں "و قد" کا لفظ ہے۔

کہا ہم سے بیان کیا ہے انس بن عیاض نے ،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا یزید بن خصیف نے ،انہوں نے روایت کیا ہے عبداللہ بن عبدالرحمن بن ابی صعصعہ سے ،انہوں نے عطاء بن یسار سے ،انہوں نے سائب بن خالد سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جو اہل مدینہ کو بلا وجہ خوفزدہ کرے گا اللہ تعالیٰ اُسے مبتلائے خوف کرے گا۔اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت و پھٹکار ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا۔" (نہ فرض قبول کرے گا نہ نفل) (۱)

ہمیں خبر دی ہے عبدالاوّل نے ،انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے الداوردی نے ، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابن اعین نے ،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے العزبزی نے ،انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے البخاری نے ،انہوں نے کیا ہم سے بیان کیا ہے حسین بن حریث نے ،انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے الفضل نے ،انہوں نے روایت کیا ہے جعید سے ،انہوں نے عائشہ بنت سعد سے ،انہوں نے کہا میں نے سعد سے سُنا انہوں نے کہا: میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: "جو بھی اہل مدینہ کے ساتھ دھوکہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح (جہنم کی آگ میں) پگھلائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔" (۲)

اور امام مسلم نے اسی سے ملتی جلتی روایت کی ہے کہ جو بھی اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح (جہنم کی) آگ میں پگھلائے گا جس طرح تانبا آگ میں پگھلتا ہے یا نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ (۳)

اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ

---

(۱) مسند الإمام احمد ٤: ٥٥

(۲) صحیح البخاری ، کتاب فضائل اهل المدینة ، باب اثم من کاد اهل المدینة ، ۳: ۲۷

(۳) صحیح المسلم ، کتاب الحج ، باب فضل المدینة و دعاء النبی ﷺ بالبرکة ، ٤: ۱۱۳

سے روایت کیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے اللہ! اہل مدینہ کے مُد (ایک پیمانہ) میں برکت عطا فرما۔ نیز فرمایا: جو اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ کرے اللہ اُسے پگھلا دے گا جیسے نمک پانی میں پگھل جاتا ہے۔ (۱)

بے وقوف دشمن کا زعم ہے اس حدیث کی مراد یہ ہے کہ ان (اہل مدینہ) کو بغیر تاویل کے ڈرائے گا۔

حدیث کا یہ معنی جو اس مغفل نے سیکھا اور سمجھا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ معنی امام احمد سے مخفی و پوشیدہ رہا (وہ اسے نہ سمجھ سکے) جبھی تو انہوں نے فرمایا: "کیا اس نے اہل مدینہ کو ڈرایا دھمکایا نہیں؟" اور کوئی بھی یہ نہ جان سکا اور کسی کو بھی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اس کا ڈرانا تاویل کے ساتھ تھا۔

اگر بالفرض والتقدیر اس (یزید لعین) کا اہل مدینہ کو ڈرانا جائز ہو کیونکہ وہاں اس کے خلاف خروج کیا گیا تھا، تو ہمارے پاس اس کلام کا جواب یہ ہے کہ کیا یہ بھی جائز تھا کہ وہ تین دن کے لئے مدینہ منورہ میں لوٹ مار، قتل و غارت گری اور عصمت دری کو مباح اور حلال قرار دینے کا حکم دے؟ اور ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ اس نے یہ حکم دیا پھر جو کچھ واقعات رونما ہوئے کیا وہ اس سے راضی نہیں تھا؟ اور اس نے ہرگز ہرگز اس کا انکار نہیں کیا (۲) بلکہ اس پر مروان بن حکم کا شکریہ ادا کیا۔ جیسا کہ اس کا ذکر گذر چکا ہے اور (۳) اُسے (یزید لعین کو) اس جرم سے بری قرار دینا اور بھی بڑا جرم ہے۔

---

(۱) صحیح المسلم، کتاب الحج، باب من اراد اهل المدینه بسوء اذابه الله ٤:١٢٢

(۲) مخطوطہ (ص) سے "لا" ساقط ہے۔

(۳) مخطوطہ (ص) سے "و" ساقط ہے۔

فصل: مسرف بن عقبہ کی ہلاکت

واقعہ حرہ سنہ 63 ہجری میں 28 ذوالحجہ بروز بدھ پیش آیا۔ جب 64 ہجری کا آغاز ہوا اور مسرف بن عقبہ اہل مدینہ سے جنگ کر کے فارغ ہوا اور اس کے لشکر نے ان کے اموال واسباب کو لوٹ لیا تو وہ حضرت عبداللہ ابن زبیر سے جنگ وقتال کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف متوجہ ہوا مگر راستے میں ہی مر گیا۔ مدینہ منورہ کو تاخت وتاراج کرنے اور اس کی موت کے درمیان چند ہی دن کا فاصلہ تھا پس وہ ایسے ہی پگھل گیا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔(۱)

زیادتی حماقت کی وجہ سے مرتے وقت بھی یہی کہہ رہا تھا: "اے اللہ! میں نے لا الہ الا اللہ کی شہادت وگواہی کے بعد کبھی کوئی ایسا عمل نہیں کیا جو مجھے اہل مدینہ سے جنگ وقتال سے زیادہ محبوب وپسندیدہ ہو۔ اگر اس کے بعد بھی تو نے مجھے جہنم میں داخل کیا تو میں ضرور شقی وبدبخت ہوں گا۔"(۲)

پھر اس نے حصین بن نمیر السکونی کو بلایا اور اُسے کہا: " امیر المؤمنین نے میرے بعد تجھے امیر لشکر مقرر کیا تھا تو کوچ میں جلدی کر اور ابن زبیر کو تین دن سے زیادہ مہلت نہ دینا۔"

چنانچہ وہ چلا اور مکہ مکرمہ پہنچ کر ابن زبیر کا محاصرہ کر لیا۔ اور 64 دن تک محاصرہ

---

(۱) "فمات فی الطریق...... کما یذوب الملح فی الماء" مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے۔

(۲) الطبری، ۵: ۴۹۷۔ الکامل، ۴: ۱۲۳۔ البدایۃ، ۸: ۲۳۲

اہل مدینہ سے جنگ وقتال سے زیادہ پسندیدہ نہیں اور نہ ہی آخرت میں میرے نزدیک زیادہ امید افزاء ہے) اگر تو اس کے بعد بھی مجھے جہنم میں ڈالے گا تو میں یقیناً شقی وبدبخت ہوں گا۔

جاری رکھا اور اس پر حلقہ تنگ کر دیا۔ ان 64 دنوں میں شدید جنگ ہوئی۔ 3 ربیع الاوّل ہفتہ کے دن کعبہ مشرفہ پر منجنیق سے سنگ باری کی گئی۔ ایک آدمی نے نیزے کے سرے میں آگ کا شعلہ (چنگاری کو) رکھا۔ ہوا اس کو اُڑا کر لے گئی تو کعبہ مشرفہ میں آگ لگ گئی اور (غلافِ کعبہ) جل گیا۔ چنانچہ اہل مکہ کو ربیع الاوّل کے مہینے میں ہی یزید بن معاویہ کی ہلاکت کی خبر آ گئی۔ (۱) واقعۂ حرہ اور اس کی موت کے درمیان صرف تین مہینے (گذرنے) کا ہی فاصلہ تھا۔ پس وہ ایسے ہی پگھل گیا جیسے تانبا آگ میں پگھل جاتا ہے۔ (۲)

جیسا کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے اس شخص کے بارے میں جو اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرے۔ اور ہم اسی مختصر پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ مقصود تو اس سے حاصل ہو گیا ہے جو اس سے زیادہ (۳) معلومات حاصل کرنا چاہتا ہے وہ میری اس کتاب کا مطالعہ کرے جس کا نام ''المنتظم'' ہے۔ (٤)

---

(۱) الطبری ، ٥:٤٩٨-٤٩٧- الکامل ، ٤:١٢٤- البدایة ، ٨:٢٢٥

(۲) مخطوط (ق) سے ساقط ہے۔

(۳) مخطوط (ص) سے ساقط ہے۔

(٤) المنتظم فی تاریخ الملوك والامم ، ابن جوزی۔

فصل: عبد المغیث حنبلی کی شہادت کا رد

اس شیخ (عبد المغیث حنبلی) نے یزید کی حمایت کرتے ہوئے جو دلائل پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ دلائل نہیں (۱) بلکہ اس (شیخ) کے شبہات ہیں (جن کو درج کرنے کے بعد ہم اپنے مسکت جوابات سے ان شبہات کا رد کریں گے)۔

اس نے کہا: تم نے امام احمد کے بارے میں جو ذکر کیا ہے کہ انہوں نے یزید پر لعنت کو جائز قرار دیا ہے اور بطور دلیل اللہ تعالیٰ کا فرمان پیش کیا ہے،

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ ...... ﴾ [محمد ۴۷: ۲۲]

پھر تم سے یہی توقع ہے کہ اگر تمہیں حکومت مل جائے تو تم زمین میں فساد کرو گے اور اپنی قرابتوں کو قطع کر دو گے۔ ...... یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی۔

یہ آیت (۲) تو یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے امام احمد نے اسے اہل توحید کے حق میں عام کیسے کر دیا؟

ہمارا جواب، تیری کیا مجال کہ تو امام احمد کا رد کر سکے؟ پھر امام احمد کے مقابلے (۳) میں تمہارا جواب تین وجوہ سے مردود ہے۔

---

(۱) (ق) میں ہے " مناضلا عن یزید فمن الحجج ان تسمی شبهة. "

(۲) (ق) میں ہے "فَإِنَّ الْآيَةَ" (معنی میں یکسانیت ہے)۔

(۳) مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے۔

(ا) یہ شبہ تو تم نے مقاتل بن سلیمان (۱) کی تفسیر (۲) سے نقل کیا ہے جبکہ محدثین کا اجماع واتفاق ہے کہ مقاتل کذاب (بہت جھوٹا) ہے۔ جو کہتا ہے اس کو جانتا نہیں۔

وکیع (۳) کہتے ہیں: مقاتل بن سلیمان کذاب ہے۔ (٤)

سعدی (٥) کہتے ہیں: وہ بہت بڑا کذاب (جھوٹا) اور فریبی ومکار ہے۔ (٦)

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مقاتل بالکل کوئی شیء نہیں۔ یعنی اس کا قطعاً کوئی اعتبار نہیں (۷)

---

(۱) مقاتل بن سلیمان بن بشیر الازدی بلخی، ابوالحسن۔ اصل میں بلخ کا رہنے والا تھا پھر بصرہ منتقل ہو گیا۔ بغداد میں داخل ہوا اور وہاں حدیث بیان کرنا شروع کیا۔ بصرہ میں فوت ہوا۔ متروک الحدیث ہے۔ 150 ہجری میں فوت ہوا۔

سیر اعلام النبلاء، ۷:۲۰۱۔ الاعلام، ۸:۲۰۶

(۲) تفسیر مقاتل بن سلیمان ۵:۳۲۲۔ زادالمسیر، ابن الجوزی ۷:٤۰۷

(۳) وکیع بن جراح بن ملیح بن عدی الکوفی، ابوسفیان۔ عراق کے محدث اور علم حدیث کے بہت بڑے امام اور یکتائے زمانہ تھے اس کے ساتھ ساتھ ورع وتقوی کے مجسم پیکر تھے۔ 197 ہجری میں فوت ہوئے۔

سیراعلام النبلاء ۹:۱٤۰۔ تہذیب التہذیب ۱۱:۱۲۳

(٤) الجرح والتعدیل، ابو حاتم الرازی ۸:۳٤٥

(٥) علی بن حجر بن ایاس سعدی مروزی، ابوالحسن۔ حفاظ حدیث میں سے تھے۔ بہت زیادہ گھومنے پھرنے والے اور ثقہ تھے۔ ادب وشعر میں بھی دسترس حاصل تھی۔ 244 ہجری میں فوت ہوئے۔

تہذیب التہذیب ۷:۲۹۳۔ الاعلام ٥:۷۷

(٦) میزان الاعتدال، للذہبی ٤:۱۷٤۔ تہذیب التہذیب ۱۰:۲۸۳۔ کذابا جسورا

(۷) التاریخ الکبیر، للبخاری ۸:۱٤

(۷) زکریا بن یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عدی الضبی البصری الساجی، ابویحییٰ۔ اپنے زمانہ میں بصرہ کے یکتائے زمانہ محدث تھے اور ثقہ حفاظ میں سے تھے۔ 307 میں فوت ہوئے۔

الرسالة المستطرفة، الکتانی ص:۱٤۸۔ الاعلام ۳:۸۱

زکریا الساجی (۱) نے کہا: کذاب متروک ہے۔ چھوڑا ہوا ہے یعنی محدثین اس سے روایت نہیں لیتے۔ (۲)

رازی کہتے ہیں: متروک الحدیث ہے، انہوں نے اسے ترک کر رکھا ہے۔ (۳)

ابوعبدالرحمان النسائی کہتے ہیں: وہ کذاب جو حدیثیں وضع کرنے اور گھڑنے میں مشہور و معروف ہیں وہ چار ہیں:

ابراہیم بن ابی یحییٰ (٤) مدینہ میں، واقدی بغداد میں، مقاتل بن سلیمان خراسان میں اور محمد بن سعید (٥) شام میں۔ (٦)

ابن حبان نے کہا مقاتل یہود و نصاریٰ سے قرآن کا علم حاصل کرتا جو ان کی کتابوں کے مطابق و موافق ہوتا۔ وہ مشبہ تھا۔ (وہ فرقہ مشبہہ میں سے تھا۔) اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے

(۱) تهذيب التهذيب ١٠:٢٨٤

(۲) الجرح و التعديل ٨:٣٥٥-٣٥٤

(۳) ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ الاسلمی۔ اس پر متعدد الزامات تھے جن میں جھوٹا ہونا، قدریہ فرقہ اور فرقہ جہمیہ کا فرد ہونا اور سلف (بزرگوں) کو گالی دینا وغیرہ شامل ہیں۔ ۱۸۴ ہجری میں فوت ہوا۔

سير اعلام النبلاء ٨:٤٥٠۔ تهذيب التهذيب ١:١٥٨

(٤) محمد بن سعید بن حسان بن قیس الاسدی۔ ابوجعفر منصور نے اسے زندیقی اور بے دینی کی وجہ سے قتل کیا۔ حدیثیں گھڑتا تھا۔ اس کا نام بہت بڑے اختلاف کا محل تھا۔

ميزان الاعتدال ٣:٥٦١۔ تهذيب التهذيب ٩:١٨٤

(٥) تهذيب التهذيب ٩:١٨٥

ساتھ تشبیہ دیتا تھا(۱) اس کے ساتھ ساتھ وہ حدیث بیان کرنے میں بھی جھوٹ بولتا تھا۔(۲)

(۲) ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر ولایت مسلمین سے کی ہے تو تم نے کلامِ امام احمد کے مقابلے میں مقاتل کے کلام کو کیسے مقدم(۳) کر دیا ہے، یہود کے لئے کونسی ولایت ہے؟

مقاتل کذاب کا کلام امام احمد بن حنبل کے کلام سے مقدم کیسے ہو سکتا ہے؟

(۳) اگر یہ آیت یہود کے حق میں بھی نازل ہوئی ہو تو پھر بھی ہمارے لئے مضر نہیں کیونکہ حکم سبب کی نسبت سے زیادہ عام ہے۔ پس کسی آیت کا کسی قوم کے بارے میں نازل ہونا اس کے ساتھ خطاب اور اس کے حکم کے عموم کو نہیں روکتا۔

اس شیخ نے کہا: "امام احمد کے بارے میں یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے (کہ وہ لعن یزید کو جائز سمجھتے ہوں)" اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتا ہے: میں وہ بات کیسے کہوں جو انہوں (امام احمد) نے نہیں کہی۔ کیونکہ وہ ہمارے اس قول کی طرف گئے ہیں کہ صحابہ خصوصاً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت کر لی تھی تو کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ (امام احمد) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے اس فعل سے عدول کرنے (ہٹ جانے) کو جائز سمجھتے ہیں؟

ہمارا جواب:۔ ہم کہتے ہیں: اے علمِ تاریخ وسیرت سے ناواقف! ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابن عمر نے جب یزید کی بیعت کے بارے میں سُنا تو مکہ شریف چلے گئے اور (پھر) انہیں بیعت کے وقت کہا گیا: "اگر تم نے انکار کیا تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے پس بیعت کر لو،(٤) تو انہوں نے ضرورۃً ومجبوراً بیعت کی۔"

---

(۱)(۲) مخطوط (ص) سے ساقط ہے۔ (ق) ہم نے اسے کتاب المجروحین لابن حبان ۳:۱٤، سے مکمل کیا۔

(۳) مخطوط (ص) میں "قدمت" کی بجائے "قدم" ہے۔ معنیٰ میں یکسانیت ہے۔

(٤) مخطوطہ (ق) سے "فبایع" کا لفظ ساقط ہے۔

اس شیخ نے کہا: ابو طالب (۱) نے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے کہا: یزید بن معاویہ پر اللہ کی لعنت ہو؟

تو آپ نے جواب دیا۔ ہم اس بارے میں کلام نہیں کرتے۔ (کچھ نہیں کہتے) میرے نزدیک رک جانا اور خاموشی وسکوت زیادہ پسندیدہ ہے۔ (۲)

جواب: یہ روایت پہلی روایت کے خلاف نہیں اس لئے کہ یہ اس امر پر روایت دلالت کرتی ہے کہ انسان ذکرِ غیر سے غافل ہو کر اپنے آپ (اور اپنے کام) میں مشغول رہے (۳) اور پہلی روایت جوازِ لعنت پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ ہم نے تسبیح کے بارے میں کہا ہے کہ ابلیس پر لعنت کرنے کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا مقدم ہے (جیسا کہ ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرنا ابلیس پر لعنت کرنے سے مقدم ہے) اور معلوم ہونا چاہئے کہ ابوبکر خلال (٤)

---

(۱) عصمة بن ابي عصمة ابو طالب العكبري، صالح تھے اور امام احمد بن حنبل کے شاگرد ہیں۔ ان سے روایت کی ہے۔ ۲۴۴ ہجری میں فوت ہوئے۔ طبقات الحنابلہ: ۱۸۱۔ المنهج الاحمد ۱:۱۱۲

(۲) طبقات الحنابلہ، ص: ۱۸۱۔ کہا: میں نے امام احمد بن حنبل سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جس نے کہا کہ یزید بن معاویہ پر اللہ کی لعنت ہو۔ تو آپ نے جواب دیا: "میں اس بارے میں کچھ نہیں کہتا۔" نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، مومن پہ لعنت اس کے قتل کی طرح ہے۔ اور فرمایا: بہترین لوگ میرے زمانے میں ہیں پھر وہ جو ان سے قریب ہیں اور یزید ان میں تھا۔ اس لئے اس پر لعنت سے رک جانا میرے نزدیک پسندیدہ ہے۔

(۳) (ق) میں "اشتغال" کی بجائے "اشغال" کا لفظ ہے۔

(٤) احمد بن محمد بن ہارون نے بہت سے اساتذہ سے علمی استفادہ کیا۔ ان کے تلامذہ بھی کثیر تھے۔ وہ امام احمد کے مذہب میں سب سے مقدم ہیں۔ کوئی ان سے سبقت نہ لے جا سکا اور نہ ہی بصرہ میں کوئی ان کے مقام تک پہنچ سکا۔ ۳۱۱ ہجری میں فوت ہوئے۔ طبقات الحنابلہ، ص: ۲۹۵۔ المنهج الاحمد، ۲:۵

ان کے صاحب عبدالعزیز،(١) قاضی ابویعلی اوران کے بیٹے ابوالحسین، مذہب امام احمد بن حنبل کوتم سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

ہم ان کی روایات واخبار کو بیان کر چکے ہیں۔ اگر توان کی نہیں سنتا(٢) تو خودان کی کتابوں کودیکھ،اوروہاں ان کی روایات کودیکھ،تو تجھے اس (لعن یزید) کا جواز مل جائے گا (٣)

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مستحقین لعنت پر لعنت ڈالی ہے، چنانچہ امام احمد بن حنبل نے رسالۃ مسدد(٤) میں فرمایا:"واقفۃ (٥) لعنتی ہیں اور معتزلہ(٦) بھی ملعون(٧) ہیں۔"

---

(١) عبدالعزیز بن جعفر بن احمد بن یزداد بن معروف، ابوبکر المعروف بغلام الخلال، وسیع علم رکھتے تھے۔صاحب تقوی وطہارت تھے۔٣٦٣ ہجری میں فوت ہوئے۔طبقات الحنابلہ ص ٣٣٤۔المنهج الاحمد ٢:٥٦

(٢) (ص) سے ساقط ہے۔ (٣) (ص) سے ساقط ہے۔

(٤) مسدد بن مسربل الاسدی البصری، ابوالحسین۔محدثین میں سے تھے اور ثقہ تھے۔

ابن ماکولا نے بطور مزاح کہا ہے:"اگر امام (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) کے اوصاف لکھتا تو وہ بچھو کا دم جھاڑ پھونک بن کر جاتا۔" سیر اعلام النبلاء، ١٠:٥٩١۔ المنهج الاحمد، ١:٨٤

(٥) یہ جہمیہ کا ایک فرقہ ہے۔ان کا نام واقفہ اس لئے رکھا گیا کہ انہوں نے قرآن کے بارے میں وقف کرتے ہوئے کہا، ہم نہ اسے مخلوق کہتے ہیں اور نہ غیر مخلوق۔اپنے اس وقوف کے باوجود وہ راضی نہ ہوئے یہاں تک کہ وہ اپنے مخالفین کو بدعت کی طرف منسوب کرتے ہیں۔الرد علی الجهمية الدارمی :٨٩

(٦) انہیں اصحاب عدل وتوحید بھی کیا جاتا ہے اور قدریہ کے ساتھ بھی ملقب ہیں۔انہوں نے لفظ القدریہ کو مشترک بنادیا ہے۔وہ کہتے ہیں: لفظ قدریہ کا اس پر اطلاق کیا جاتا جو کہتا ہے کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ کی طرف سے ہے، لقب کے عیب سے احتراز کرتے اور بچتے ہوئے جبکہ یہ لفظ بول کر مذمت اور برائی کرنا متفق علیہ امر ہے۔الملل والنحل، ١:٥٤

(٧) طبقات الحنابلہ، ص:٢٤٩۔ابن جوزی نے بھی مناقب احمد، ص:١٦٧ پر الرسالۃ کا ذکر کیا ہے اور المنهج الاحمد، ١:١٤٨ میں ان دونوں فرقوں پر لعنت کی تصریح کا ذکر نہیں۔لعنت کی زیادتی راویوں کا کام ہے یا پھر جو دونوں کتابوں کی تخریج پر کمربستہ ہوا اس نے لعنت کو حذف کر دیا۔

الخلال نے کتاب ''السنة'' میں روایت کی ہے کہ عبید اللہ بن احمد حلبی کہتے ہیں:

میں نے امام احمد کو فرماتے سنا: "جھمیہ (۱) پر اللہ کی لعنت ہو۔" اور امام حسن بصری حجاج پر لعنت کیا کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے: "حجاج بُرا آدمی ہے۔"

اس شیخ (عبدالمغیث) نے کہا: "حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا: اے اللہ! اس کو ہادی (۲) بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔" (۳) اور اس نے کہا: "جو ہادی ہو اس پر اس بارے میں طعن کرنا جائز نہیں کہ اس نے یزید کو ولی عہد بنایا۔"

جواب:۔ ہم اُسے کہتے ہیں پہلے حدیث کی صحت (صحیح ہونے) کو پہچانو پھر اس پر بنیاد رکھو۔ اگر ہم اس کو بیان کریں گے تو شاید تو ہمارے متعلق یہ گمان کرے کہ ہم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تعصب سے کام لے رہے ہیں۔ پھر بھی ہم استفادہ کرنے والوں کے لئے اس کی وضاحت کرتے ہیں۔

ہمیں اس کی خبر دی ہے (٤) علی بن عبید الزاغونی نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے

---

(۱) اصحاب جہم بن صفوان۔ وہ خاص جبریہ میں سے تھا۔ اس کا فتنہ بدعت ترمذ میں ظاہر ہوا۔ بنی امیہ کے آخری دور حکومت کے دور میں مرو میں قتل ہوا۔ اس نے کچھ چیزوں میں معتزلہ کی موافقت کی اور کچھ چیزیں ان پر زیادہ کیں۔ الملل والنحل، ۱:۱۰۹

(۲) مخطوطہ (ص) میں ''واهد به'' کی بجائے ''مهديا'' (ہدایت یافتہ) کا لفظ ہے۔

(۳) الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب معاویہ، ۵:۳۵

وقال عنه حديث حسن غريب. مسند احمد ٤:٢١٦

(٤) مؤلف نے اس حدیث کے بارے میں جو کلام کیا ہے وہ ان کی کتاب (العلل المتناهية فی الاحاديث الواهية) تقدیم شیخ خلیل المیس میں بھی موجود ہے۔ مگر اس کتاب میں بہت سی غلطیاں ہیں اور جو کچھ یہاں موجود ہے اس کی مطابقت اس مطبوعہ کتاب کے ساتھ ممکن ہے تا کہ اس کی وضاحت ہو جائے۔

علی بن احمد بن تستری نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابو عبید اللہ (۱) بن بطہ عکبری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے البغوی نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا محمد بن اسحاق نے ، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ہشام بن عمار نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا عبد العزیز بن الولید بن سلیمان القرشی نے، انہوں نے روایت کی ہے اپنے باپ سے کہ حضرت عمر بن خطاب ﷺ نے معاویہ بن ابی سفیان ﷺ کو گورنر بنایا۔ تو لوگوں نے کہا: " آپ نے نئی عمر کے (لڑکے، جوان کو) گورنر بنادیا۔ تو انہوں نے جواب دیا: مجھے ملامت کرتے ہو حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا، اے اللہ! اس کو ہادی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔" (۲)

دوسری سند کے ساتھ، ہمیں علی بن عبید اللہ نے خبر دی ہے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے علی بن البشری نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ہے (ابو عبید اللہ) (۳) بن بطہ نے، وہ کہتے ہیں ہمیں بیان کیا ہے القافلائی اور ابن مخلد نے، وہ دونوں کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہے محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہے یحیٰی بن معین نے وہ کہتے ہیں ہمیں بیان کیا ہے ابو مسہر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی ہے سعید بن عبد العزیز نے، انہوں نے روایت کیا ہے ربیعہ بن یزید سے، انہوں نے عبد الرحمٰن بن ابی عمیرہ سے روایت کی ہے، انہوں نے کہا میں نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سُنا کہ آپ نے حضرت معاویہ ﷺ کے لئے دُعا کرتے ہوئے فرمایا: "اے اللہ! اس کو ہادی بنا اور اس کے سبب سے ہدایت دے۔" (۴)

---

(۱) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) یہ حدیث منقطع ہے۔ ذہبی نے سیر اعلام النبلاء، ۳: ۱۲۵ میں ایسے ہی کہا ہے۔

(۳) مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے۔

(۴) اس کی تخریج صفحہ 118 پر گذر چکی ہے۔

مذکورہ بالا دونوں روایتوں اور ان دونوں سندوں کا دارومدار محمد بن اسحاق بن حرب بلخی (۱) پر ہے اور وہ کذاب تھا اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ﷺ سے بغض ودشمنی رکھتا تھا۔

قتیبہ بن سعید (۲) اُسے (ابن اسحاق کو) بُرے القاب کے ساتھ یاد کرتے ہیں (۳) اور کہتے تھے: "مجھے بتایا گیا کہ اُس نے کوفہ میں ام المؤمنین کو گالی دی اور بُرا بھلا کہا۔ لوگوں نے اُسے پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ بھاگ گیا۔"

ابوعلی صالح بن محمد الحافظ (٤) کہتے ہیں: "محمد بن اسحاق کذاب تھا۔ کلام کے لئے اسناد (حدیثوں کے لئے سندیں) گھڑ لیا کرتا تھا اور منکر احادیث روایت کرتا تھا۔" (٥)

ابن حبان کہتے ہیں: وہ قابل اعتماد اور ثقہ راویوں سے ایسی روایات واحادیث بیان کرتا ہے جو ثابت نہیں ہیں۔

---

(۱) محمد بن اسحاق بن حرب لؤلؤی بلخی، ابوعبداللہ، حفظ میں نشانیوں میں سے ایک نشانی تھا۔ خطیب نے اس کا ذکر کیا اور اس کے ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ ابن عدی کہتے ہیں: میں اس کی حدیث کو سچوں کے مشابہ نہیں سمجھتا۔ ۲۴۴ ہجری میں فوت ہوا۔

سیر اعلام النبلاء، ۱۱:۴۹۰۔ میزان الاعتدال، ۳:۴۷۵۔ لسان المیزان، ٥:٦٦

(۲) قتیبہ بن سعید بن جمیل بن طریف ثقفی، بغلانی، قریہ بغلان کا رہنے والا تھا۔ ابورجاء، محدث امام ثقہ۔ 240 ہجری میں فوت ہوا۔

سیر اعلام النبلاء، ۱۱:۱۳۔ تہذیب التہذیب، ۸:۳۵۸

(۳) لسان المیزان ٥: ٦٦

(٤) صالح بن محمد بن عمرو بن حبیب بن حسان اسدی بغدادی، ابوعلی لقب جزرۃ، امام بہت بڑے حافظ اور حجۃ تھے۔ مشرق کے محدث تھے۔ خلق کثیر نے ان سے حدیث کی سماعت کی۔ بہت خوش طبع انسان تھے 293 ہجری میں فوت ہوئے۔ سیر اعلام النبلاء، ۱٤:۲۳۔ تاریخ بغداد، ۹:۳۲۲

(٥) لسان المیزان، ٥:٦٦

اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی مگر تعجب کرنے کے لئے ۔(اس کی روایت صرف تعجب کرنے کیلئے لکھی جاتی ہے)(۱)

میں کہتا ہوں:"اسے ایک اور طریق اور سند سے بھی روایت کیا گیا ہے جس کی خبر ہم کو ابوالبرکات بن علی نے دی ہے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابوبکر الطوسی نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابوالقاسم طبری نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہے علی بن عمر نے، وہ کہتے ہیں، ہمیں بیان کیا ہے اسماعیل بن محمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے عباس بن محمد نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہے ابومسہر نے۔ پس انہوں نے اسی کی مثل ذکر کیا۔ یعنی ایسے ہی بیان کیا جیسے اوپر گذر چکا ہے۔

دارقطنی کہتے ہیں:"اسماعیل(۲) کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔"(۳)

پھر اجابت وقبولیت دُعا کی ضروریات میں سے نہیں ہے۔ جبکہ وہ ایسے حال میں واقع ہو جہاں جنگِ صفین اور یزید (لعین) کو ولی عہد بنانا واقع ہوا ہو۔(٤)

---

(۱) المجروحین ۲:۱۰۷ ۔ اور جو دو قوسوں کے درمیان ہے وہ دونوں مخطوطوں سے ساقط ہے۔ ہم نے اس کو "کتاب المجروحین" سے مکمل کیا ہے۔

(۲) اسماعیل بن محمد المزنی الکوفی۔ میزان الاعتدال ، ۱:۲٤٦۔ لسان المیزان ، ۱:٤۳۲

(۳) لسان المیزان ، ۱:٤۳۲۔

(٤) مخطوط (ق) سے ساقط ہے۔

فصل (۱) یزید کے خوف سے بعض صحابہ کی بیعت

اس شیخ (عبدالمغیث) نے ایک محدث سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اس نے کہا کہ یزید کی ولی عہدی امت کی رضا سے ثابت ہے مگر پانچ شخصیات ہیں جنہوں نے اس کا انکار کیا۔ عبدالرحمٰن بن ابوبکر، عبداللہ ابن عمر، ابن زبیر، امام حسین اور عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم۔

الجواب:۔ عبدالمغیث! تم ابن عمر کے بارے میں کیسے روایت کر رہے ہو کہ وہ راضی نہیں ہوئے جبکہ تم نے تو (اس سے قبل) ان کی بیعت کرنے کو اپنی دلیل بنایا ہے اس کو کیا سمجھا جائے؟ جبکہ ہم نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کے لئے بیعت لی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ چلے گئے۔

اور جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا اور یزید کے لئے بیعت لی گئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ دوبارہ مکہ مکرمہ چلے گئے (۲) (بالآخر) اپنی جان کے خوف سے بیعت کر لی۔ (۳)

---

(۱) مخطوطہ (ق) سے ساقط ہے۔

(۲) مؤرخین نے ابن عمر کے بارے میں یہ ذکر نہیں کیا کہ وہ 56 ہجری اور 60 ہجری میں یزید کی بیعت کے بارے میں کہتے تھے کہ جب سب لوگ بیعت کر لیں گے تو میں بھی بیعت کرلوں گا، اور نہ ہی یہ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ چلے گئے تھے۔ بلکہ اس کے برعکس 60 ہجری میں یزید کے حکومت پر قبضہ کے وقت بعض روایات کے مطابق وہ مکہ میں تھے۔ اور مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ منورہ لوٹتے ہوئے راستے میں ان کی ملاقات حضرت امام حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو انہوں نے ان دونوں کو بیعت پر اُبھارا۔

الطبری ٥:٤:٣٠٤_٣٤٢_ الکامل ٣:٥١١_٤:١٧

(۳) (ق) سے ساقط ہے۔

جان لیجئے کہ جن پر بھی بھروسہ اور اعتماد کیا گیا ہے ان میں سے کوئی ایک بھی یزید (لعین) کی بیعت پر راضی نہ ہوا۔ یہاں تک کہ عوام نے بھی اس کی بیعت سے انکار کیا مگر اپنی جانوں کے خوف سے خاموش ہو گئے۔ جب امامت جبراً وقہراً واقع ہو تو صرف ضرورت کے موقع پر علماء اس کی صحت کا حکم لگاتے ہیں۔(۱)

فقہائے کرام کا اجماع ہے(۲) کہ امامت واجب ہے، اس لئے کہ دنیا اور دین کے امور کا انتظام شرعاً مقصود و مطلوب ہے جو امام کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا امام کا مقرر کرنا واجب وضروری ہے۔

اس بات کا بیان یہ ہے کہ آدمی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ہم جنس آدمیوں کے ساتھ میل جول رکھے۔ (آدمی کیلئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ وہ اپنے ہم جنسوں سے میل جول رکھے) اور طبیعتیں(۳) ظلم کا قصد وارادہ بھی کرتی ہیں تو ایسی صورت میں ظلم وستم سے روکنا اور منع کرنا ضروری ہے تاکہ دنیا اور دین سلامت رہے۔

اور علماء کا اجماع ہے کہ اپنی خواہش کے ساتھ امام کی تنصیص (مقرر کرنا) جائز نہیں بلکہ اس کے لئے کچھ صفات ضروری ہیں۔(۴) امام کی جملہ صفات اور امامت کی تمام شرائط حضرت امام حسین ؑ کی ذات ستودہ صفات میں جمع تھیں اور اہل زمانہ میں سے کوئی بھی ان صفات میں آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ فقہاء کرام فرماتے ہیں: "فاضل پر مفضول کی ولایت جائز نہیں(۵) مگر یہ کہ وہاں کوئی رکاوٹ اور مانع موجود ہو۔ یا تو فتنہ وفساد کا خوف ہو یا پھر

---

(۱) (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) الفصل فی الملل والاهواء والنحل، لابن حزم ۴:۸۷

(۳) (ص) سے ساقط ہے۔

(۴) ان صفات کو الکامل ۴:۱۶۶ میں ملاحظہ فرمائیے۔

(۵) اہل سنت اور زیدیہ کے نزدیک جائز ہے اور شیعہ امامیہ کے نزدیک جائز نہیں۔ الفصل فی الملل، ۴:۱۶۳

فاضل، سیاست کا جاننے والا نہ ہو" اور افضل کی تقدیم پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جو صحیحین میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سقیفہ والے دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: میں نے ان شخصیات میں سے ایک کو تمہارے لئے (بطور خلیفہ) پسند کیا ہے پس تم ان دونوں میں سے جس کو چاہو اس کی بیعت کرلو۔" تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "خُدا کی قسم اگر میں آگے بڑھوں پھر اس حال میں میری گردن ماردی جائے کوئی گناہ بھی میرے قریب نہ ہو میرے نزدیک یہ اس بات سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ میں اس قوم کا امیر بنوں جس میں ابوبکر موجود ہوں۔" (۱)

اس حدیث کی صحت (صحیح ہونے) پر اتفاق ہے۔ اور ہم اس جاہل (عبدالمغیث) کے بارے میں ذکر کر چکے ہیں کہ وہ کہتا ہے: "حدیث سقیفہ صحیح بخاری میں نہیں۔" جس شخص کو حدیث سے ذرا بھی انس اور لگاؤ ہو اس کا یہ قول نہیں ہوسکتا اور وہ ایسا نہیں کہہ سکتا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو والی مقرر کیا تو ایک جماعت ان کے پاس آئی اور کہا: "تم اپنے رب کو کیا جواب دو گے جب تم سے استخلاف (خلیفہ بنانے) کے بارے میں پوچھے گا۔ حالانکہ آپ ان کی سختی سے خوب واقف ہیں؟"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: "مجھے بٹھایئے کیا تم مجھے اللہ تعالیٰ کا خوف دلاتے ہو؟ میں عرض کروں گا: اے اللہ! میں نے تیری مخلوق میں سے بہترین شخص کو ان پر خلیفہ بنایا ہے۔" (۲)

---

(۱) الطبری، ۳:۴۳۳۔ الکامل، ۲:۴۲۵

(۲) صحیح البخاری، کتاب المحاربین، باب رجم الحبلی من الزنا اذا احصنت، ۸:۲۱۱

اور شاید یہ ابن جوزی کے اوہام میں سے ہے کہ اس نے حدیث کو صحیحین کی طرف نسبت دی جبکہ وہ صرف صحیح بخاری میں ہے اور یہ بات تو معلوم ہے کہ ابن جوزی کثیر الاوہام تھے۔

دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۲۱:۳۷۸

صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ (۱) نے جب امرِ خلافت کو چھ آدمیوں کی شوریٰ میں چھوڑا تو فرمایا: "ابن عمر تم میں موجود ہے مگر امر خلافت میں اس کا کچھ حصہ نہیں"۔

(۲) حالانکہ ابن عمر یزید جیسے ہزاروں سے بہتر تھے۔ اور جب ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرام افضل کو تلاش کرتے تھے اور اسے ہی سب سے زیادہ حق دار سمجھتے تھے۔

اس معاملہ میں کیا کوئی شک کرسکتا ہے کہ امام حسینؓ یزید لعین کے مقابلے میں خلافت کے زیادہ حق دار تھے؟ (۳) نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ شخصیات جو مرتبہ میں امام حسینؓ سے کم مرتبہ ہیں۔ جیسے عبدالرحمٰن بن ابی بکر، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس وغیرہ ان میں نہیں مگر وہ جن کے لئے صحبت (صحبت رسول یعنی صحابیت) نسب، بہادری ودلیری، قناعت واستغناء، ورع وتقویٰ اور وسیع علم ثابت ہے۔ یزید ان میں سے کسی چیز میں بھی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ پھر وہ کس وجہ سے تقدیم کا حق دار ہوسکتا ہے؟

اور یزید کی بیعت پر نہ کوئی عالم راضی تھا نہ جاہل اور اگر کسی اجہل الناس (لوگوں سے جو سب سے بڑا جاہل ہو) اس سے بھی پوچھیں کہ ان دونوں میں سے کون زیادہ صلاحیت وقابلیت رکھتا ہے امام حسینؓ یا یزید لعین؟ تو وہ یہی جواب دے گا: امام حسینؓ

پس ہمارے بیان سے ظاہر ہو گیا کہ اس کی حکومت جبری تھی۔ (قہراً وجبراً) تھی۔

---

(۱) (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) صحیح البخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ مناقب عثمان، ۵: ۲۰

(۳) سید قطب نے اپنی کتاب (العدالة الاجتماعة) ص: ۱۵۵ پر لکھا ہے: "کوئی شخص بھی اس زعم وگمان کی جرأت نہیں کرسکتا کہ یزید مسلمانوں کی حکومت کا اہل تھا۔ جبکہ ان میں صحابہ وتابعین موجود تھے۔ یہ تو اموی گھرانے میں بادشاہت کی وراثت کا مسئلہ تھا۔ اور یہ طرز وطریقہ اسلام کے دل اور اسلام کے نظام میں چھید کرنے والا نیزہ اور تیر مارنے کے مترادف ہے۔"

اورلوگ خوف اورڈر کی وجہ سے خاموش ہو گئے تھے۔

وہ جنہوں نے (یزید کے خلاف) خروج کیا اور اس کی بیعت نہیں کی ان میں حضرت عبداللہ ابن عمر بھی شامل تھے۔ پھر جب انہیں جان کا خوف ہوا تو بیعت کر لی۔ اس شیخ (عبدالمغیث) نے بیعت کی صورت کو تو دیکھا مگر وہ یہ بھول گیا (۱) کہ بیعت جبراً ادا کرا ہا تھی۔

اور جب اہل عراق نے امام حسین ؓ کو لکھا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں ہم آپ کی بیعت کریں گے تو آپ نے خیال فرمایا کہ آپ ہی زیادہ حق دار ہیں (۲) اور گمان کیا کہ ان سے حمایت ونصرت ملے گی مگر انہوں نے آپ کی مدد کرنا چھوڑ دیا۔ اسی لئے تو عبداللہ ابن زبیر امر خلافت کے والی بنے کیونکہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ (۳) بھی زیادہ حق دار ہیں۔ (اور یہ شیخ (عبدالمغیث) امر خلافت کے مستحق والی اور غیر مستحق (جو ضرورۃ وجبراً والی بن بیٹھا ہو) کے درمیان فرق نہیں کرتا۔

---

(۱) (ص) سے ساقط ہے۔

(۲) (ص) سے ساقط ہے۔

(۳) (ص) سے ساقط ہے۔

فصل: ظالم حاکم کی اطاعت وفرماں برداری کا مسئلہ

اس شیخ نے وہ احادیث بیان کی ہیں جن میں ائمہ کی اطاعت کا وجوب ہے اگر چہ وہ ظالم ہوں۔ اوراس نے کہا کہ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں ظالم ائمہ کی معیت وقیادت میں جہاد کو جائز سمجھتا ہوا اور ہر بر وفاجر (نیک وبد) کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھتا ہوں چنانچہ حضرت ابن عمر نے حجاج کے پیچھے نماز پڑھی ہے۔ (۱)

ہم کہتے ہیں: اے کم فہم! انہوں نے ضرورت کے موقع پر اس کی اجازت دی ہے۔ اسی لئے امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، ہم ہر نیک اور بد کی اطاعت کریں گے اور اس کی بھی اطاعت کریں گے جس نے بذریعہ تلوار غلبہ حاصل کرلیا۔ یہ سب فتنوں سے بچنے کیلئے ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حجاج بن یوسف کے پیچھے (۲) نماز پڑھ لیتے تھے اور اس کی اذیت وتکلیف پر صبر کا بھی مظاہرہ کرتے تھے۔ حضرت امام حسن بصری، حجاج پر لعنت فرماتے اور اس کے خلاف دعائے ضرر بھی کرتے تھے مگر فتنہ کے خوف سے اس کے باوجود خلاف جنگ وقتال سے روکتے اور منع کرتے تھے۔ (۳)

---

(۱) امام احمد بن حنبل سے فاسق اور فاجر کے پیچھے نماز پڑھنے کے بارے میں دو روایتیں ہیں۔ صحیح ہے، صحیح نہیں۔ دیکھئے: المغنی لابن قدامہ، ۲:۲۴

رہی امیر کی اطاعت تو اس بارے میں ابن جوزی نے "مناقب امام احمد ص:۱۷۵" میں امام احمد سے روایت نقل کی ہے کہ ائمہ کی اطاعت ضروری ہے امیر المؤمنین نیک ہو یا بد۔ جو خلافت کا والی بنے تو لوگوں کا اس پر اجتماع ہو جائے اور وہ اس سے راضی ہو جائیں۔ اور بذریعہ تلوار ان پر غالب آئے یہاں تک کہ خلیفہ بن جائے۔

(۲) (ص) سے ساقط ہے۔

(۳) طبقات ابن سعد، ۷:۶۳

ہمیں خبر دی ہے محمد بن ناصر نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی محمد بن علی بن میمون نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابوعبداللہ محمد بن علی الحسنی نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی زید بن جعفر بن حاجب نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا ہے ابومحمد صالح بن وصیف البکائی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے محمد بن مسلم بن عثمان الاموی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے محمد بن سہیل بن عمیر المازنی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے میرے والد نے، وہ کہتے ہیں کہ میں امام حسن بصری رحمہ اللہ کی مجلس میں تھا جب حجاج کا وہاں سے گذر ہوا وہ ان کے پاس بیٹھ گیا پھر اُٹھ کھڑا ہوا اور سوار ہو گیا۔ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے ابو سعید! اس نے مجھے بھیجنے کا حکم دیا۔

میں نے گھوڑا اور ہتھیار لئے۔ اور اللہ کی قسم میرے عطیہ میں گھوڑے کی قیمت اور میرے اہل وعیال کا خرچہ نہیں ہے۔ شاہ حسن بصری کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر فرمایا: انہیں کیا ہے؟ اللہ ان کو غرق کرے کہ انہوں نے اللہ کے بندوں کو غلام بنالیا ہے اور اللہ کے مال کو دولت بنالیا ہے۔ اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ شراب کو نبیذ کے ساتھ حلال قرار دے دیا ہے۔ لوگوں کا مال ناحق لیتے ہیں اور اسے اللہ کی ناراضگی میں خرچ کرتے ہیں۔ پس جب اللہ کا دشمن آتا ہے تو احاطہ کئے ہوئے خیموں میں اور تیز رفتار خچروں پر سوار رات کو آنے والے ہوتے ہیں اور جب ان کا مسلمان بھائی آتا ہے تو کمزور ولاغر اور پیدل چلنے والے ہوتے ہیں (۱)

اور حجاج نے خطبہ شروع کیا اور اس کو اتنا لمبا کیا کہ وقتِ عصر (عصر کی نماز کا وقت) نکل گیا۔ شاہ حسن بصری نے کہا: "ٹھہر جاؤ، رک جاؤ۔ نماز کھڑی ہونے والی ہے۔" پھر اپنے

---

(۱) المنتظم، ٦: ورقہ ١٤٤۔ فوٹو کاپی جو مجمع علمی میں ہے اور مخطوطہ میں (ظاو) کا لفظ ہے۔

ضاو: الطارق۔ رات کو آنے والا۔ القاموس المحیط۔ مادہ۔ ضوا ص: ١٦٨٤

راجل: مشاء۔ القاموس المحیط۔ مادہ۔ رجل، ص: ١٢٩٧

ہم نشینوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: "ان کی طرف بھیجا گیا کمزور بدن والا، کمزور آنکھ والا، ملعون، لعنت کیا ہوا، عذاب دیا ہوا۔" پس شاہ حسن بصری بھی کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ حجاج نے خطبہ چھوڑا، نیچے اترا اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔ (اس کے بعد) شاہ حسن بصری کو طلب کیا مگر (ان کو اذیت و تکلیف پہنچانے پر) قادر نہ ہوا۔ (۱)

ہمیں خبر دی ہے ابن ناصر نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ الحمیدی نے انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابو عبداللہ القضاعی اور ابوالقاسم صمیری نے، ان دونوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابو مسلم الکاتب نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابن درید نے انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابو عثمان (۲) بن مضر نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے سعید بن یزید نے، وہ کہتے ہیں ہم شاہ حسن بصری کے پاس تھے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے کہا:

"اے ابوسعید! حجاج نے سعید بن جبیر کو قتل کر دیا ہے۔"

(یہ سن کر) شاہ حسن بصری نے کہا: "یوسف کے بیٹے حجاج فاسق پر اللہ کی لعنت ہو" (۳)

ہمیں خبر دی ہے اسماعیل بن احمد نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے عمر بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابن بشران نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے عثمان بن احمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے حنبل نے، انہوں نے کہا ہم سے ہارون نے بیان کیا ہے۔

انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ضمرہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے

---

(۱) حوالہ سابقہ

(۲) مخطوطہ (ص) میں (غسان) ہے۔

(۳) المنتظم، ۷:۵

ابن شوذب نے، انہوں نے روایت کیا ہے اشعث الحدانی سے، انہوں نے کہا میں نے حجاج کو اپنی خواب میں بُرے حال میں دیکھا تو میں نے اس سے پوچھا: "تیرے ساتھ تیرے رب نے کیا سلوک کیا؟"

اس نے جواب دیا: "میں نے جس کسی کو بھی قتل کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے میں مجھے قتل کیا۔" میں نے پوچھا: "پھر (اس کے بعد) کیا ہوا؟" اس نے جواب دیا: "پھر میرے لئے جہنم کا حکم دیا۔" میں نے پوچھا: "پھر (اس کے بعد) کیا ہوا؟"

اس نے جواب دیا: "میں پھر بھی وہی امید رکھتا ہوں ہر کلمہ گو (لا الہ الا اللہ کہنے والا) جس کا امیدوار ہے۔"

ابن سیرین کہتے تھے: "میں اس (حجاج بن یوسف) کے لئے اُمیدوار ہوں۔ حضرت حسن بصری کو اس کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: "خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ اس کی یعنی ابن سیرین کی امید کو ہرگز پورا نہیں فرمائے گا۔" (۱)

ہمیں خبر دی ہے محمد بن عبدالباقی نے، وہ کہتے ہیں ہمیں خبر دی محمد بن احمد نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ابونعیم احمد بن عبداللہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا محمد بن ابراہیم بن علی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ابوعروبہ نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا عمرو بن عثمان نے، انہوں نے کہا ہمیں بیان کیا میرے باپ نے، انہوں نے کہا میں نے اپنے دادا سے سُنا انہوں نے کہا، عمر ابن عبدالعزیز نے عدی بن ارطاۃ (۲) کو خط لکھا: "حجاج

---

(۱) تہذیب التہذیب، ۲:۲۱۳۔ البدایۃ، ۹:۱۳۹

(۲) عدی بن ارطاۃ غزاری، ابوواثلۃ۔ عقلمندوں اور بہادروں میں سے تھا۔ ۹۹ ہجری میں عمر بن عبدالعزیز نے اسے بصرہ کا گورنر مقرر کیا۔ مرتے دم تک اس عہدے پر برقرار رہا۔ ۱۰۲ ہجری میں ابن مہلب نے اسے قتل کر دیا۔ الاعلام، ۵:۸

کے طریقے کو مت اپناؤ۔ کیونکہ وہ بغیر وقت کے نماز پڑھتا تھا۔ بغیر حق کے زکوٰۃ لیتا تھا اور اس کے علاوہ سب کچھ ضائع کرنے والا تھا۔ (۱) (اور کسی چیز کی پرواہ نہ کرتا تھا)۔

ابونعیم کہتے ہیں: اور ہم سے بیان کیا ہے ابومحمد حامد بن جبلہ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے محمد بن اسحاق نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کی محمد بن الصباح نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن رجاء نے، انہوں نے روایت کیا ہے ہشام بن حسان سے انہوں نے کہا کہ عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں: "قیامت کے دن اگر امتوں میں برائی ظاہر کرنے کا مقابلہ ہوا اور ہر امت نے اپنا ناپاک وخبیث ظاہر کیا پھر ہم نے حجاج کو نکالا تو ہم ان سب پر غالب آجائیں گے۔" (۲)

حضرت عمر بن عبدالعزیز اپنے عزیز واقارب حکمرانوں کے ظلم کی وجہ سے ان کی مذمت کیا کرتے تھے۔ ان کا حکمران ہونا بھی انہیں اس بات سے روک نہیں سکا۔

ہمیں خبر دی ہے علی بن محمد بن ابی عمر الدباس نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے محمد بن الحسن الباقلاوی نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے عبدالملک بن بشران نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابوبکر الآجری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابوعبداللہ بن مخلد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے سہیل بن یحییٰ بن محمد المروزی نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ہمارے باپ نے، انہوں نے روایت کی ہے عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز سے، انہوں نے کہا جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ بنے تو انہوں نے ان مظالم کو بند کروادیا جو ان کے خاندان کی طرف سے جاری تھے۔

---

(۱) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ابن جوزی، ص:۸۸۔ البدایۃ، ۹:۱۴۳

(۲) سیرۃ عمر بن عبدالعزیز، ص:۸۹۔ الکامل، ۹:۵۸۶۔ البدایۃ، ۹:۱۳۶

یہ خبر عمر بن الولید بن عبدالملک (۱) کو ملی تو اس نے انہیں خط لکھا: "تم نے اپنے سے پہلے بادشاہوں کو عیب دار بنادیا ہے اور ان کے طریقے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کیا ہے اور تم نے اپنے رشتہ داروں اور اہل قرابت کو ظلم وستم کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔" حضرت عمر (بن عبدالعزیز) نے اسے (جوابا) لکھا: " تمہاری پہلی حالت یہ ہے ولید کا بیٹا ہونا جیسا کہ زعم وگمان کیا گیا ہے، تمہاری ماں بنانیہ تھی (۲) جو حمص کے بازار میں پھرا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ اُسے بہتر جانتا ہے۔ ذبیان نے اُسے مسلمانوں کے مال فئے میں سے خرید لیا اور پھر تیرے باپ کو تحفۃً دے دیا تو وہ تجھ سے حاملہ ہوئی۔ کیا ہی بُرا تھا وہ حمل اور کیا ہی بُرا ہے مولود۔ پھر تو پروان چڑھا تو تُو مغرور و سرکش اور مخالف حق تھا۔ تو یہ گمان کرتا ہے کہ میں ظالمین میں سے ہوں، حالانکہ مجھ سے زیادہ ظالم اور اللہ کے عہد کو ترک کرنے والا وہ ہے جس نے تجھے مسلمانوں کے لشکر کا امیر مقرر کیا جبکہ تو بچہ اور بے وقوف ہے۔ تو اُن میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہے۔ پس خرابی ہے تیرے لئے اور تیرے باپ کے لئے۔ قیامت کے دن تم دونوں کے دشمن بہت کثیر ہوں گے اور تمہارا باپ اپنے دشمنوں سے کیسے نجات پائے گا۔

اور مجھ سے زیادہ ظالم اور اللہ کے عہد کو ترک کرنیوالا (توڑنے والا) وہ ہے جس نے حجاج بن یوسف کو گورنر بنایا۔ جو حرام خون بہاتا ہے، مال حرام لیتا ہے۔

اور مجھ سے زیادہ ظالم اور اللہ کے عہد کو ترک کرنے والا وہ ہے جس نے قرۃ بن

---

(۱) عمر بن الولید بن عبدالملک بن مروان بن الحکم بن ابی العاص بنی امیہ، ابوحفص، اسے فخر بنی مروان کہا جاتا تھا۔ اس کے باپ ولید نے اسے لشکر کا امیر مقرر کیا اور اس کی ولی عہدی کے زمانے میں اُسے اردن کا گورنر مقرر کیا۔ معجم بنی امیہ ص:۱۳۵

(۲) بنانیۃ بن سعد بن لؤی بن غالب کی طرف نسبت کی گئی، الانساب، الجزری، ۲:۳۰، ۳۳

شریک (۱) کو مصر کا گورنر بنایا جو کہ دیہاتی بڈھا کھوسٹ تھا۔ جسے گانے بجانے، لہو ولعب، (کھیل کود) اور شراب پینے کی کھلی چھٹی دے دی گئی۔

اور مجھ سے زیادہ ظالم اور اللہ کے عہد کو ترک کرنے والا وہ ہے جس نے غالبہ البربریہ (۲) کے لئے عرب کے خمس میں حصہ مقرر کیا۔ پس اگر مجھے مہلت ملی اور میں نے تمہارے اور تمہارے خاندان کے لئے فرصت پائی تو تمہیں سفید روشن اور سیدھے راستہ پر چلاؤں گا کیونکہ تم نے حق کو ترک کیے رکھا اور درمیانی راستہ سے جدا ہونے والے (۳) متفرق راستوں کو اختیار کیا اور اس کے سوا جسے میں دیکھنا چاہتا ہوں وہ ہے تیری گردن کا بیچنا اور تیری قیمت کا یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کے درمیان تقسیم کرنا کیونکہ تجھ پر ہر ایک کا حق ہے۔ (٤)

ہمیں خبر دی ہے اسماعیل بن فضل نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے محمد بن ھبة اللہ طبری نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے محمد بن الحسین بن الفضل نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے عبداللہ بن جعفر بن درستویہ نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے یعقوب بن سفیان نے، انہوں کہا ہم سے بیان کیا ہے سعید بن اسد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ضمرة نے، انہوں نے روایت کیا ہے ابن شوذب سے، وہ کہتے ہیں عمر بن عبدالعزیز پر

---

(۱) قرة بن شریک بن مرثد عبسی غطفانی مصری قنسرینی، سنہ ۹۰ ہجری میں ولید اموی کے زمانہ میں مصر کا گورنر بنا۔ بہت ظالم اور جابر تھا۔ مرتے دم تک گورنر رہا۔ ۹٦ ہجری میں مرا۔ عمر بن عبدالعزیز کی طرف منسوب ہے کہ (ولید شام میں، حجاج عراق میں، عثمان مزنی حجاز میں، قرة مصر میں تھا، جنہوں نے دُنیا کو ظلم وجور سے بھر دیا)۔ النجوم الزاهره، ابن تغری، ۱:۲۱۷۔ الاعلام ٦:۳۷

(۲) اس کے ترجمہ (حالات) پر قدرت نہیں پائی۔

(۳) بنیات الطریق، چھوٹے چھوٹے راستے جو سڑک کے درمیان سے متفرق ہوتے ہیں۔

(٤) سیرة عمر، ص:۱۱۲۔ الفاظ میں کچھ اختلاف کے ساتھ۔

لونڈیاں پیش کی گئیں جبکہ عباس بن ولید بن عبدالملک (۱) ان کے پاس تھا۔ جب بھی کوئی لونڈی اس کے پاس سے گذرتی، وہ اُسے خوش آتی تو وہ کہتا: "اے امیر المومنین! اسے پکڑ لو۔" جب یہ معاملہ حد سے بڑھ گیا، عمر بن عبدالعزیز نے اس سے کہا، کیا تو مجھے زنا کا حکم کرتا ہے؟

راوی کہتا ہے، عباس وہاں سے نکلا اور اپنے خاندان کے لوگوں کے پاس گیا اور اس نے کہا، جو تمہیں دروازے پر بٹھاتا ہے وہ ایسا آدمی ہے جو گمان کرتا ہے کہ تمہارے آباء واجداد زانی تھے۔ (۲)

یعقوب نے کہا اور ہم سے بیان کیا ہے محمد بن ابی زکریا (۳) نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابن وہب نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہے مالک نے کہ عمر بن عبدالعزیز نے سلیمان بن عبدالملک سے کہا: "کیا تو اس عورت کا حق اسے نہیں دے گا؟"

اس نے پوچھا: "کونسی عورت؟" انہوں نے جواب دیا: "فاطمہ بنت عبدالملک۔"

سلیمان کہنے لگا: "کیا تمہیں امیر المؤمنین عبدالملک کی وصیت معلوم نہیں؟ اے فلاں اٹھو اور امیر المؤمنین کا خط (تحریر) لے کر آؤ۔ اس نے لکھا تھا کہ بیٹیوں کے لئے کچھ نہیں۔ تو عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں اُسے مصحف کی طرف بھیجتا ہوں۔ یعنی قرآن مجید پر پیش کرتا ہوں (کہ قرآن مجید میں تو بیٹیوں کا حصہ مقرر کیا گیا ہے")۔ (٤)

---

(۱) عباس بن ولید بن عبدالملک بن مروان اُموی۔ اسے فارس بنی مروان کہا جاتا تھا۔ اس نے کئی شہر اور بہت سے قلعے فتح کیے۔ اس کے باپ نے اسے حمص کا گورنر مقرر کیا تھا۔ اپنے دین کے بارے میں متہم تھا۔ مروان بن محمد نے اس کو قید کر دیا اور ۱۳۱ ہجری میں جیل میں ہی مرا۔ مجمع بنی امیہ، ص: ۷۹، الاعلام، ٤: ٤٠

(۲) سیرۃ عمر، ص: ۱۱۹

(۳) سیرۃ عمر، ص: ۱۱۹ میں محمد بن بکیر ہے۔

(٤) حوالہ سابقہ ص: ۳۸

ہمیں خبر دی ہے ابن ناصر نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے جعفر بن احمد نے، انہوں نے کہا ہمیں خبر دی ہے ابوعلی تمیمی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابوبکر بن مالک نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے عبداللہ بن احمد بن حنبل نے، وہ کہتے ہیں ہم سے بیان کیا ہمارے باپ نے، وہ فرماتے ہیں ہم سے بیان کیا یزید نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا عبداللہ بن یونس نے، انہوں نے روایت کیا سیار بن حکم سے، انہوں نے کہا: "جب سلیمان بن عبدالملک کو قبر میں دفن کرنے لگے تو عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بیٹے سلیمان نے اسے قبر میں اُتارا۔ چنانچہ وہ ان کے ہاتھوں پر متحرک ہوا۔ (یہ دیکھ کر) اس کا بیٹا بولا، خُدا کی قسم میرا باپ زندہ ہے (یہ سن کر) عمر بن عبدالعزیز کہنے لگے خدا کی قسم ہرگز نہیں بلکہ تیرے باپ کو جلدی سزا دی گئی ہے۔" (۱)

ہمیں خبر دی ہے محمد بن عبدالباقی نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے احمد بن محمد نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے ابونعیم الحافظ نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے احمد بن سنان نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا ہے حاتم بن اللیث الجوہری نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا الحجاج نے، انہوں نے کہا ہم سے بیان کیا حماد بن سلمۃ نے، انہوں نے روایت کی ہے علی بن زید سے، انہوں نے سعید بن المسیّب سے، انہوں نے فرمایا: "میں جب بھی اللہ عزوجل (کی رضا) کے لئے نماز پڑھتا ہوں تو بنی مروان (مروان کے بیٹوں، مروانیوں) کے خلاف بدعا (دُعائے ضرر) ہلاکت کی دُعا ضرور کرتا ہوں۔"

---

(۱) سیرۃ عمر ص: ٥٢

فصل: (۱) امام عالی مقام پر خروج کی تہمت اور اس کی حقیقت

اس مخالف، جھگڑالو، مدِ مقابل نے کہا کہ کچھ لوگ اس طرف گئے ہیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ خروج کرنے والے تھے۔ (۲) (معاذ اللہ)

ہمارا جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ خروج کرنے والا وہ ہوتا ہے جو مستحقِ امامت (امامت کے حقدار) کے خلاف خروج کرے جبکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تو باطل کو دفع کرنے اور اقامتِ حق (حق کو قائم کرنے) کے لئے خروج فرمایا۔

اور میں نے ابن عقیل (۳) کے خط (اور ان کی تحریر) سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی کہنے لگا۔ امام حسین خارجی تھے۔ (معاذ اللہ ثم العیاذ اللہ) اس بات سے

---

(۱) مخطوطہ (ق) سے 'فصل' کا لفظ ساقط ہے۔

(۲) جو شخص اس امام حق کے خلاف خروج کرے جس کی امامت پر پوری جماعت متفق ہو چکی ہو، اُسے خارجی کہتے ہیں، برابر ہے کہ وہ خروج عہد صحابہ میں ہو یا غیر صحابہ کے عہد میں ہو۔ الملل و النحل ، ۱:۱۵۵
ابن تیمیہ ، منہاج السنة ، ۴:۵۸۵ میں اس طرف اشارہ کیا گیا ہے: "یہ قول ناصبیوں کا غلو ہے۔"
اس بنیاد پر عبدالمغیث حنبلی متعصب اور غالی ناصبی ٹھہرا۔ کیونکہ وہ امام عالی مقام کو خارجی کہنے والوں کے اس قول پر راضی ہوا۔ الخضری بھی اسی کا ہم نوا ہے کیونکہ وہ بھی کہتا ہے کہ امام عالی مقام نے یزید کے خلاف خروج کر کے غلطی کی۔ (معاذ اللہ ثم العیاذ باللہ)۔

ملاحظہ کیجئے: محاضرات تاریخ الامم الاسلامیہ ، ص:۷

(۳) علی بن عقیل ظفری بغدادی، ابوالوفاء۔ عراق کے عالم تھے اور اپنے وقت میں شیخ الحنابلہ تھے۔ حنبلی مذہب کے بہت بڑے شیخ اور عالم تھے۔ ۵۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ البدایة ، ۱۲:۱۸۴۔ شذرات الذهب ، ۴:۳۵

میرے دل پر چوٹ لگی۔ میں نے اُسے جواب دیتے ہوئے کہا: "اگر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے حضرت ابراہیم ؓ زندہ رہتے تو نبوت کے لئے صلاحیت رکھتے۔ بالفرض اگر حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما حضرت ابراہیم ؓ کے اس مرتبہ ومقام سے کم بھی ہوں جو انہیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حاصل ہے (۱) حالانکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں (حسن وحسین) کو اپنا بیٹا ہی قرار دیا ہے تو کیا حسنین کریمین یہ صلاحیت نہیں رکھتے کہ آپ کے بعد امام ہوں؟ (تو کیا وہ آپ کے بعد امامت کی صلاحیت بھی نہیں رکھتے؟) رہا آپ کو خارجی کہنا اور بنی امیہ کے جبر وقہر کی وجہ سے آپ کو امامت سے خارج قرار دینا دین وعقل کے تقاضوں کے سراسر خلاف ہے۔"

ابن عُقیل کہتے ہیں: "اے مخاطب! جب میں تجھے لوگوں کی وفاداری کی خبر دوں تو میری تصدیق مت کرنا، کیونکہ مخلوق پر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا حق سب سے بڑھ کر اور سب لوگوں سے زیادہ ہے۔ اس لئے کہ آپ نے مخلوق کو ہدایت دی اور انہیں تعلیم دی۔ ان میں ان کے بھوکوں کو کھلایا، جو ذلیل تھے ان کو عزت دی اور آخرت میں ان سے شفاعت کا وعدہ فرمایا۔ بایں ہمہ ارشاد فرمایا:

﴿......لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ط......﴾ [الشوریٰ ۴۲:۲۳]

میں نہیں مانگتا تم سے اس (دعوت حق) پر کوئی معاوضہ سوائے قرابت کی محبت کے۔

تو لوگوں نے آپ کے صحابہ کو قتل کیا اور آپ کی اولاد امجاد کو ہلاک کیا۔

مخالف مدِ مقابل کہتا ہے: "آپ لوگ یزید کے باپ (حضرت معاویہ ؓ) کے احترام کے پیش نظر تم اس کے بارے میں سکوت کیوں اختیار نہیں کر لیتے؟"

---

(۱) قوسین کے درمیان والی عبارت مخطوطہ (ص) سے ساقط ہے، مخطوطہ (ص) میں نہیں ہے۔

جواب:۔ ہم کہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل، خلال اوران کے غلام ابوبکر عبدالعزیز، قاضی ابویعلیٰ اوران کے بیٹے ابوالحسین نے تو سکوت اختیار نہیں کیا۔ حالانکہ وہ تمہارے شیخ واستاد ہیں(۱) (تو ہم پوچھتے ہیں) کہ تم اپنے استاد کی موافقت کیوں نہیں اختیار کرتے؟ درج ذیل دو میں سے ایک امر ہی تجھے ان کی موافقت سے روک رہا ہے۔

جہالت، یا تو تم ان کے حال سے ناواقف اور جاہل ہو۔

یا پھر تمہارا مقصود یہ ہے، ''خَالِفْ تُعْرَف'' مخالفت کرو تا کہ پہچانے جاؤ۔

پھر لوگوں کا اختلاف نہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جن کے لئے جنت کی گواہی دی گئی ہے نیز ان کا شمار اصحاب بدر اور اصحاب شوریٰ میں بھی ہوتا ہے لیکن ان کے بیٹے عمرو(۲) نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو (ظالمانہ) سلوک روا رکھا اس وجہ سے لوگوں نے اس کے بارے میں بھی خاموشی اختیار نہیں کی۔ کیونکہ دین (اس طرح کی ناجائز) باہمی محبت کا احتمال نہیں رکھتا۔

اس شیخ (عبدالمغیث حنبلی) نے بطور دلیل کہا ہے کہ یزید سخی تھا اس نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو چار لاکھ درہم دے دیئے۔(۳)

(۱) الذیل علی طبقات الحنابلہ، ۱:۱۷۷

(۲) مخطوطہ (ق) میں عبارت یوں ہے (عمرو لعنہ اللہ) عمرو کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

(۳) ربیع الابرار، الزمخشری، ۴:۱۰۴ میں ہے کہ یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر کو تحفہ بھیجا جس میں ہیرے جواہرات (موتی)، عطر، (خوشبو) اور کپڑے تھے۔ انہوں (حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ) نے قاصد سے کہا اس میں سے جو تیرا جی چاہے، لے لے چنانچہ اس نے سرخ یاقوت کا ایک نگینہ چنا جو ذوالقرنین کے ان خزانوں میں موجود تھا جو ابن دارا کے گھر کے لئے تھے۔ آپ نے فرمایا: یہ بھی لے لو اور جو کچھ ٹوکری (جامہ دان) میں ہے (وہ سب بھی لے لو)۔

اس نے عرض کیا: میں ڈرتا ہوں اس بات سے کہ کہیں اس کی خبر امیر المومنین کو نہ ہو جائے۔

آپ نے فرمایا: میرے اور تیرے سوا یہ خبر اُسے کون پہنچائے گا؟ پس اس (قاصد) نے اُسے لے لیا۔

ہم کہتے ہیں کہ جس امر کے ساتھ تم اس کی مدح وستائش کر رہے ہو وہ مدح وستائش کے لائق نہیں بلکہ وہ تو قابل مذمت ہے، کیونکہ ایسا کرنا (درہم و دینار کا بے دریغ خرچ کرنا) تو مسلمانوں کے بیت المال میں اسراف وتبذیر اور فضول خرچی ہے اور جو ایسا کرے وہ قابلِ تعریف نہیں بلکہ قابل مذمت ہوتا ہے۔ وہ اپنے مال میں سے نہیں بلکہ مسلمانوں کے بیت المال میں سے دیتا تھا اور اس لئے دیتا تھا تا کہ لوگ اس کے بارے میں خاموش رہیں۔

اس شیخ نے کہا: وہ قرنِ ثانی (دوسری صدی) میں تھا (۱) جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں بہترین لوگ میرا قرن ہیں (یعنی میرے زمانہ کے مسلمان لوگ ہیں، پھر وہ لوگ ہیں جو اُن کے قریب ہیں) (۲)

ہم جواباً کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تو صرف عموم قرن کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ اشارہ ان کی طرف نہیں جو اس (فضیلت سے) خارج ہیں یعنی فساق وغیرہ۔ (فساق وغیرہ جو اپنے فسق وفجور کی وجہ سے اس فضیلت سے خارج ہیں، یہ اشارہ ان کی طرف نہیں، فساق وغیرہ اپنے فسق وفجور کی وجہ سے اس فضیلت سے خارج ہیں)

دوسری صدی میں تو حجاج وغیرہ جیسے ظالم لوگ بھی موجود تھے اور معبد جہنی (۳) جیسے بدعتی لوگ بھی۔

---

(۱) القرن، چالیس 40 سال، یا دس 10 سال، یا بیس 20 سال، یا تیس 30 سال، یا پچاس 50 سال، یا ساٹھ 60 سال، یا ستر 70 سال، یا اسّی 80 سال، یا سو 100 سال، یا ایک سو بیس 120 سال اور پہلا قول زیادہ صحیح ہے۔ القاموس المحیط، مادہ، قرن، ص: ۱۵۷۸

(۲) صحیح البخاری، کتاب الایمان والنذور، باب اثم من لا یفی بالنذر، ۸:۱۷۶

صحیح المسلم، کتاب فضائل الصحابہ، باب فضل الصحابہ ثم الذین یلونھم، ۸:۱۸۴

(۱) معبد بن عبداللہ بن علیم جہنی بصری۔ بصرہ میں فرقہ قدریہ کا پہلا آدمی تھا۔ بصرہ سے مدینہ منتقل ہوا اور یہاں اپنا مذہب پھیلانا شروع کیا۔ حجاج نے اسے اذیت پہنچا کر قتل کیا۔ (بلا وجہ قتل کیا) (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

شیخ (عبدالمغیث حنبلی) کہتا ہے: روایت کیا گیا ہے کہ کچھ لوگ یزید کے پاس گئے تو وہ مصحف میں پڑھ رہا تھا۔ (مصحف کی قراءت کررہا تھا)

ہمارا جواب: ہم کہتے ہیں کہ اس دلیل کے جواب میں ہم کہتے ہیں۔ (یہ سراسر موضوع و باطل ہے) (اور) اسی پر ہم جدائی اختیار کرتے ہیں۔ (۱)

ہم اللہ عزوجل سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنی عقول سے نفع اُٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور خواہشات نفس کی موافقت و مطابقت سے ہمیں محفوظ فرمائے۔

یقیناً وہ قریب اور دعاؤں کو قبول فرمانے والا ہے اور سب تعریفیں اللہ تبارک وتعالی کے لئے ہیں جو یکتا اور وحدہ لاشریک ہے۔ اور اللہ تبارک وتعالی ہمارے آقا رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی آل اور اصحاب پر درود وسلام نازل فرمائے۔

الحمدللہ کہ کتاب تمام و مکمل ہوئی۔ اب میں ''مرآۃ التواریخ'' آئینہ تواریخ (یعنی تواریخ کا پس منظر) بیان کرتا ہوں۔ میں نے اس قیمتی کتاب کی کتابت بروز ہفتہ بوقت چاشت بتاریخ ۹ رجب ۱۴۲۹ ہجری بمطابق ۱۲ جولائی ۲۰۰۸ء مکمل کی۔

پھر میں نے اس کی دہرائی اور دوبارہ اصل نسخوں سے موازنہ و مقابلہ، بروز منگل بوقت عصر بتاریخ ۱۲ رجب ۱۴۲۹ ہجری بمطابق ۱۵ جولائی ۲۰۰۸ء کو مکمل کیا۔

(گذشتہ صفحہ کا حاشیہ......)

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ قدریہ مذہب اختیار کرنے اور اس مذہب کی ترویج کرنے کی بناپر عبدالملک مروان نے اسے دمشق میں پھانسی دے دی، سولی پر لٹکایا۔ پھر قتل کردیا۔ یہ واقعہ ۸۰ ہجری میں پیش آیا۔ تهذيب التهذيب، ۱۰: ۲۲۵۔ الاعلام، ۸: ۱۷۷

(۱) مخطوطہ (ص) میں سے ساقط ہے یہ قوسین نہیں ہیں۔ اور مخطوطہ (ق) میں پھٹن اور سوراخ وشگاف ہے۔ میرے خیال میں یہاں عبارت یوں ہے (الی اَنْ نَتَفَكَّرَ) یہاں تک کہ ہم غور وفکر کریں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرتے ہوئے، اس کے رسول کریم ﷺ، آپ کی آل اطہار اور اہل بیت الطاہرین پر درود وسلام پڑھتے ہوئے اس کتاب کو ختم، تمام اور مکمل کرتا ہوں اور اللہ تبارک وتعالیٰ سے عفو ومغفرت (معاف فرما دینے اور بخش دینے) کا سوال کرتا ہوں اور جو کوئی اس تحریر وکتاب کو پڑھے اس سے دعا کی درخواست کرتا ہوں اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو رب العالمین ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

المصادر

(۱) احیاء علوم الدین ،للإمام ابی حامد الغزالی۔ دار الفکر ، ط ۲ ، ۱۴۰۰ھ۔۱۹۸۰م

(۲) احکام القرآن ، لابن العربی ۔ تحقیق علی محمد البجاوی ، ط ۱ ، ۱۳۷۶ھ۔۱۹۵۷م

(۳) الاخبار الطوال ، لأحمد بن داود الدینوری، تحقیق عبدالمنعم عامر ، دار احیاء الکتب

ط ۱ ، ۱۹۶۰م

(۴) الاذکارالنوویة ، یحی بن شرف النووی،تحقیق عبدالقادرالارناؤوط،منشورات دار الملاح

(۵)الاستیعاب فی معرفة الاصحاب ، لیوسف بن عبدالله بن محمد بن عبدالبر ،

تحقیق علی بن محمد البجاوی ، مصر۔

(۶)الاعلام ، لخیر الدین الزرکلی ، ط ۲

(۷)الاصابة فی تمیز الصحابة ، لابن حجر العسقلانی ، مکتبة المثنی بغداد

(۸) الانساب ، للامام عبدالکریم السمعانی ، تحقیق عبدالرحمن المعلمی الیمنی ، مطبعة

حیدر آباد ، الهند ، ط ، ۱ ۱۳۸۳ھ۔ ۱۹۶۳م

(۹)البدایة والنهایة ، لإسماعیل بن کثیر الدمشقی ، بیروت ، ط ۲ ، ۱۹۷۴م

(۱۰)تاریخ بغداد و مدینة السلام ، تالیف احمد بن علی الخطیب البغدادی ،

المکتبةالسلفیة ، المدینة المنورة۔

(۱۱)تاریخ الخلفاء جلال الدین السیوطی ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید ، مطبعة

السعادة بمصر ، ط ، ۱ ، ۱۳۷۱ ۔ ۱۹۵۲م

(۱۲)تاریخ الرسل والملوك ، لمحمد بن جریر الطبری ، تحقیق محمد ابو الفضل ابراهیم ،

دار المعارف بمصر ، ۱۹۶۲م

(۱۳)التاریخ الکبیر ، للإمام محمد بن اسماعیل بن ابراهیم البخاری ، دار الکتب العلمیة ،

بیروت ۔ لبنان

(۱۴)التذکرة فی احوال الموتی و أمور الاخرة، للقرطبی ، دار الکتب العلمیة بیروت ، ط ۲ ،

١٤٠٧هـ - ١٩٨٧م

(١٥) تذكرة خواص الامة فى خصائص الائمة، يوسف بن فرغلى بن عبدالله البغدادى سبط ابن الجوزى ، تحقيق السيد محمد صادق بحرالعلوم ، مطبعة النجف ، ١٣٨٣هـ - ١٩٦٤م

(١٦) تفسير مقاتل بن سليمان ، نسخة مصورة فى المكتبة الوطنية - بغداد -

(١٧) تفسير القرآن الحكيم الشهير المنار ، محمد رشيد رضا ، مصر ط ٣ ، ١٣٧٥هـ

(١٨) التكملة لوفيات النقلة ، لعبدالعظيم بن عبدالقوى المنذرى ، تحقيق بشار عواد معروف ، مؤسسة الرسالة ، ط ٢ ، ١٤٠١هـ - ١٩٨١م

(١٩) تهذيب الكمال فى اسماء الرجال ، لجمال الدين ابى الحاج يوسف المزى ، تحقيق بشار عواد معروف ، مؤسسة الرسالة ط ٤ ، ١٤٠٦ه - ١٩٨٥م

(٢٠) تهذيب التهذيب ، لابن حجر العسقلانى ، دائرة المعارف ، الهند ط ١ ، ١٣٢٦هـ

(٢١) تهذيب تاريخ دمشق الكبير ، على بن الحسن المعروف بابن عساكر ، هدية عبدالقادر بدران ، بيروت ط ٢ ، ١٣٩٩هـ - ١٩٧٩م

(٢٢) الجرح والتعديل ، عبدالرحمن بن ابى حاتم الرازى ، دار احياء التراث العربى، بيروت

(٢٣) حلية الاولياء و طبقات الاصفياء احمد بن عبدالله الاصفهانى، مصر ط١، ١٣٥١هـ ١٩٣٣م

(٢٤) الخلاصة فى اصول الحديث ، الحسين بن عبدالله الطيبى ، تحقيق صبحى السامرائى بغداد ، ١٣٩١هـ - ١٩٧١م

(٢٥) ديوان امير المؤمنين الامام على ، الشركة الحديثة للطباعة والنشر ، بيروت

(٢٦) الذيل على طبقات الحنابلة ، عبدالرحمن بن شهاب الدين معروف بابن رجب ، تحقيق محمد حامد الفقى ١٣٧٢هـ - ١٩٥٢م

(٢٧) الذيل على الروضتين ، عبدالرحمن بن اسماعيل المعروف بابى شامة المقدسى ، تحقيق محمد زاهد الكوثرى ، بيروت ط ٢ ، ١٩٧٤م

(٢٨) ربيع الابرار و نصوص الاخبار ، الزمخشرى ، تحقيق الدكتور سليم النعيمى ، بغداد

(٢٩) الرسالة المستطرفة لبيان مشهور كتب السنة المشرقة ، محمد بن جعفر الكتانی ، دارالفکر دمشق ۔

(٣٠) الرد علی الجهمیة ، عثمان بن سعید الدارمی۔

(٣١) روح المعانی فی تفسیرالقرآن العظیم والسبع المثانی،لمحمودالآلوسی،ادارةالطباعةالخیریة

(٣٢) روضات الجنات فی احوال العلماء والسادات ، تألیف المیرزا محمد باقر الموسوی تحقیق اسدالله اسماعیلیان ، بیروت۔

(٣٣) زاد المسیر فی علم التفسیر ، ابن الجوزی ، المکتب الاسلامی للطباعة والنشر ط ،١ ، ١٣٨٤ھ ۔ ١٩٦٤م

(٣٤) سبل السلام شرح بلوغ المرام من جمیع ادلة الاحکام ، للصنعانی ، تحقیق محمد عبدالعزیز الخولی ، بیروت ١٤٠٠ھ ۔ ١٩٨٠م

(٣٥) سنن ابن ماجة ، تحقیق محمد فؤاد عبدالباقی ، دار احیاء التراث العربی ١٣٩٥ھ ۔ ١٩٧٥م

(٣٦) سنن ابی داود ، بتحقیق محمد محی الدین عبدالحمید،دار احیاء التراث العربی، بغداد

(٣٧) سنن الترمذی ، بتحقیق احمد محمد شاکر ، مصر ، ط ٢ ، ١٣٩٧ھ ۔ ١٩٧٧م

(٣٨) سنن النسائی ، بشرح للسیوطی و حاشیة السندی ، دار احیاء التراث العربی ، بیروت، ط ، ١ ، ١٣٤٨ھ ۔ ١٩٣٠م

(٣٩) سیر اعلام النبلاء ، للامام محمد بن احمد عثمان الذهبی ، مؤسسة الرسالة ، ط ١ ، ١٤٠١ھ ۔ ١٩٨١م

(٤٠) السیرة النبویة لابن هشام ، عبدالملك بن هشام المعافری ، بتحقیق طه عبدالرؤوف ، بیروت ، ١٩٧٥م

(٤١)السیرة النبویة ، لابن کثیر ، تحقیق مصطفی عبدالواحد ، القاهرة ١٣٨٤ھ ۔ ١٩٦٤م

(٤٢) سیرة عمر بن عبدالعزیز ، لابن الجوزی ، تحقیق محب الدین الخطیب ، مصر ۔

(٤٣) شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ، لعبدالحی بن العماد الحنبلی ، بیروت ، ط ١

(٤٤) شرح اختيار المفضل ، الخطيب التبريزى ، تحقيق الدكتور فخر الدين قباوة ، بيروت ، ط ٢ ، ١٤٠٧ھ ـ ١٩٨٧ م
(٤٥) شرح العقيدة النسفية ، سعد الدين عمر التفتازانى ، الاستانة ، ١٢٧٧ ھ
(٤٦) شرح نهج البلاغة ، ابن ابى الحديد ، منشورات دار مكتبة الحياة ، بيروت۔
(٤٧) صحيح البخارى ، للامام محمد بن اسماعيل ، دار الجيل ، بيروت۔
(٤٨) صحيح المسلم ، للامام مسلم بن الحجاج ، دار الجيل ، بيروت۔
(٤٩) صحيح المسلم بشرح النووى ، تحقيق عبدالله احمد ابو زينة ، دارالشعب۔
(٥٠) الصواعق المحرقة فى الرد على اهل البدع والزندقة ، لابن حجر الهيتمى ، تخريج عبدالوهاب عبداللطيف ، القاهرة ، ط ٢ ، ١٣٨٥ ھ ـ ١٩٦٥ م
(٥١) طبقات الحنابلة ، محمد ابن القاضى ابن يعلى ، اختصار محمد عبدالقادر النابلسى ، تحقيق احمد عبيد ، مطبعة الترقى ، ١٣٥٠ ، ه
(٥٢) الطبقات الكبرى ، (طبقات ابن سعد) ، لمحمد بن سعد ، بيروت ١٣٧٧ھ، ١٩٨٥م
(٥٣) القسم المتمم لتابعى اهل المدينة ، تحقيق الدكتور زياد محمد منصور ، المدينة المنورة ، ط ٢ ، ١٤٠٨ ھ ـ ١٩٨٧ م
(٥٤) العبر فى خبر من غبر ، للذهبى ، تحقيق صلاح الدين المنجر ، الكويت ، ١٩٦٠ م
(٥٥) العدالة الاجتماعية فى الإسلام ، سيد قطب ، بيروت ، ط ٨ ، ١٤٠٢ ھ ـ ١٩٨٢ م
(٥٦) العقد الفريد ، لابن عبد ربه الاندلسى ، بتحقيق احمد امين ، احمد الزين ، ابراهيم الابيارى ، القاهرة ، ط ٢ ، ١٣٧٥ ھ ـ ١٩٦٥ م
(٥٧) العلل المتناهية فى الاحاديث الواهية ، لابن الجوزى ، تقديم الشيخ خليل الميس ، بيروت ، ط ١ ، ١٤٠٣ ھ ـ ١٩٨٣ م
(٥٨) عمدة القارى شرح صحيح البخارى ، لمحمد محمود العينى ، ادارة الطباعة المنيرية
(٥٩) العواصم من القواصم فى تحقيق مواقف الصحابة بعد وفاة النبى ، للقاضى ابو بكر

ابن العربی ، تحقیق محب الدین الخطیب ، القاهرة ، ۱۳۷۵ ھ

(٦٠) عیون الاخبار ، عبداللہ بن مسلم بن قتیبة الدینوری ، مصر

(٦١) فتح الباری بشرح صحیح البخاری ، لابن حجر العسقلانی

(٦٢) فتاوی ابن الصلاح ، للمحدث عثمان بن عبدالرحمن الشھرزوری ، ۱۳٤۸ ھ

(٦٣) الفتاوی الحدیثیة ، لابن حجر الھیتمی ، مصر ، ط ۲ ، ۱۳۹۰ ھ ۔ ۱۹۷۰

(٦٤) الفصل فی الملل والاھواء والنحل ، علی بن احمد بن حزم الظاھری و بھامشه الملل والنحل ، محمد بن عبدالکریم الشھرستانی ، بیروت ۔

(٦٥) القاموس المحیط ، للفیروز آبادی ، مؤسسة الرسالة ، ط ۲ ، ۱٤۰۷ ھ ۔ ۱۹۸۷ م

(٦٦) الکامل فی التاریخ ، لابن الاثیر ، بیروت ، ۱۳۸۵ ھ ۔ ۱۹٦٥ م

(٦٧) کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون ، مصطفی بن عبداللہ الشھیر بحاجی خلیفة ، بغداد ۔

(٦٨) لسان المیزان ، لابن حجر العسقلانی ، ط ۲ ، ۱۳۹۰ ھ ۔ ۱۹۷۱ م

(٦٩) مؤلفات ابن الجوزی ، لعبدالحمید العلوجی ، بغداد ۱۳۸۵ ھ ۔ ۱۹٦٥ م

(٧٠) مجمع الزوائد و منبع الفوائد، للحافظ علی بن ابی بکر الھیثمی، بیروت، ط ۲، ۱۹٦۷م

(٧١) المجروحین من المحدثین والضعفاء والمتروکین ، لمحمد بن حبان البستی ، تحقیق محمد ابراھیم زاید ، حلب ، ط ۱ ، ۱۳۹٦ ھ ۔ ۱۹۷٦ م

(٧٢) مجموع فتاوی ابن تیمیة، جمع عبدالرحمن بن محمد العاصمی، الریاض، ط ۱، ۱۳۸۱ ھ

(٧٣) محاضرات تاریخ الامم الاسلامیة الدولة الامویة، لمحمد الخضری بک، مصر، ۱۹٦۹

(٧٤) مرآة الجنان و عبرة الیقظان فی معرفة ما یعتبر من حوادث الزمان للیافعی ، بیروت ، ط ۲ ، ۱۳۹۰ ھ ۔ ۱۹۷۰ م

(٧٥) المسامرة فی شرح المسایرة ، لکمال بن ھمام ، بمعرفة فرج اللہ ذکی ، مصر ۱۳٤۷ ھ

(۷٦) مسند ـ الامام احمد ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۳۸۹ ھ ـ ۱۹٦۹ م

(۷۷) مطالب اولی النهی فی شرح غایة المنتهی ، مصطفی السیوطی الرحیبانی ، دمشق

(۷۸) المعتمد فی اصول الدین ، القاضی ابو یعلی الحنبلی ، تحقیق الدکتور ودیع زیدان حداد ، بروت

(۷۹) المعجم الکبیر ، الحافظ سلیمان بن احمد الطبرانی ، تحقیق حمدی عبدالمجید السلفی ط ۲ ، ۱٤۰٤ ھ ـ ۱۹۸٤ م

(۸۰) معجم بنی امیة ، للدکتور صلاح الدین المنجد ، بیروت ، ط ۱ ، ۱۹۷۰ م

(۸۱) معجم البلدان ، لیاقوت الحموی الردمی البغدادی ، بیروت ـ

(۸۲) معجم المؤلفین ، لعمر رضا کحالة ، دمشق ، ۱۳۷۷ ھ ـ ۱۹۵۸ م

(۸۳) المغنی ، لابن قدامة المقدسی ، تحقیق محمد رشید رضا ، مصر ، ط ۱ ، ۱۳٤۸ ھ

(۸٤) مناقب احمد بن حنبل ، للّٰہابن الجوزی ، مطبعة السعادة ، ط ۱

(۸۵) المنهج الاحمد فی تراجم اصحقیق الدکتور محمد رشاد سالم ،السعودیة ط ۱ ، ۱٤۰٦ ھ ۱۹۸٦ مـاب الامام احمد ، عبد الرحمن بن محمد بن عبدالرحمن العلیمی ، تحقیق محمد محی الدین عبدالحمید ، مصر ط ۱،۱۳۸۳ھ۔۱۹٦۳م

(۸٦) مناهج السنة ، ابن تیمیة ، تح

(۸۷) المنتظم فی تاریخ الملوک والامم ، لابن الجوزی ، ط ۱، ۱۳۷۵ ہ ، جلد۵تا۱۰۔
المنتظم کانسخہ مصورہ (فوٹو کاپی) المجمع العلمی العراقی میں ہے جو کہ مکمل ہے۔

(۸۸) میزان الاعتدال فی نقد الرجال ، للذهبی ، تحقیق علی بن محمد البجاوی ، مصر ، ط ۱ ، ۱۳۸۳ ہ ـ ۱۹٦۳ م

(۸۹) هدیة العارفین ، اسماء المؤلفین و آثار المصنفین ، اسماعیل باشا البغدادی ،مکتبة المثنی ، بغداد ـ

(۹۰) وفیات الاعیان و انباء الزمان ، لاحمد بن محمد بن خلکان ، تحقیق الدکتور احسان عباس ، بیروت ـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف :صفہ فاؤنڈیشن

ہمارے معاشرے میں دعوتِ دین کا کام کئی وجوہ کی بنا پر غیر مؤثر ہو کر رہ گیا ہے۔

اولاً :اس کارِ نبوت کو ہم نے فرقہ واریت کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ ہمارے مصنفین اور محققین کا سارا زورِ قلم صرف چند فروعی مسائل پر صرف ہو رہا ہے جبکہ دین کی وسیع تر تعلیمات و اشاعت قریب قریب محل نظر ہے۔

ثانیاً : سیاسی مصلحتوں اور جانبداریوں نے بھی دعوتِ دین کی روح کو متاثر کیا ہے۔ بعض حلقوں کی طرف سے الہامی ہدایت کی خالص اور نکھری ہوئی توضیح وتشریح کی بجائے من مانی تعبیرات سے دین کی روح کو مسخ کیا جا رہا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا،

خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں
ہوئے کس درجہ فقیہان حرم بے توفیق

ثالثاً : دین کو ایک ایسے نظامِ حیات کے طور پر پیش نہیں کیا جا رہا جو انسان کو اس کی نجی زندگی سے لے کر قومی اور بین الاقوامی زندگی کے ہمہ نوع مسائل کا حتمی اور قطعی حل فراہم کرتا ہے بلکہ دعوتِ دین کو صرف چند فقہی اور اعتقادی مسائل کی تفہیم تک محدود کر دیا ہے

رابعاً : دعوتِ دین کے نام پر شائع ہونے والا لٹریچر اکثر یا تو خالص علمی نوعیت کا ہے یا مناظرانہ متکلمانہ انداز کا۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسا لٹریچر اپنے اندر وہ جاذبیت نہیں رکھتا جو دلوں کو مسخر اور اذہان کو مسحور کر سکے اور عامۃ المسلمین کی عملی تربیت کے لیے ٹھوس بنیاد بن کر ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کے عمل کے۔لیے مہمیز کا کام دے سکے۔

خامساً: مروجہ نظام دعوت و تبلیغ کے اصلاح طلب پہلوؤں کو بھی اجاگر نہیں کیا جا سکا لہٰذا اصلاح احوال کے لیے نہ تو فکری بنیادیں فراہم ہو سکیں اور نہ ہی عملی اقدام تجویز کیے جا سکے۔

یہ بھی ایک المیہ ہے کہ ہم نے دین کو صرف عبادات تک محدود کر دیا ہے حالانکہ حسن

معاملات اور ادائیگی حقوق العباد اس کا اہم ترین جزو ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری تبلیغی مساعی بالعموم خدمت خلق اور معاشرتی حقوق کے تصورات سے تہی ہیں جبکہ رفاہ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود ہمارے دین کا طرۂ امتیاز ہے۔ یہ کٹھن اور محال کام تبھی موثر طور پر پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے جب اہل سنت کو باہمی انتشار و افتراق سے نکال کو ان کی شیرازہ بندی کی جائے اور ہر سطح پر اہل سنت کے مابین ایک پائیدار وحدت اور یکجہتی قائم کردی جائے۔

ان حالات میں کتاب وسنت کی بنیاد پر خالص دینی تعلیمات کی ترویج واشاعت محض ایک حسرت بن کر رہ گئی ہے۔ کئی افرادِ امتِ مسلمہ، دین فہمی کی سچی تڑپ اور لگن رکھنے کے باوجود دین کو سمجھنے سے معذور ہیں، دین کو فلسفیانہ موشگافیوں، متکلمانہ مباحث اور مناظرانہ کشمکش میں اس قدر الجھا دیا گیا ہے کہ وہ یہ سمجھنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ اسلام بس دل سے مان لینے کی چیز ہے عقل سے جاننے کی چیز نہیں۔ انہی میں سے بعض اس حال کو پہنچ چکے ہیں کہ وہ دیگر مذاہب کے پیروکاروں کی طرح اسلام کو بھی اپنا نجی معاملہ قرار دے کے رفتہ رفتہ مذہب سے عملاً کنارہ کش ہوتے جا رہے ہیں بلکہ بعض تو کج روی پر اتر آتے ہیں اور اسلام کا مذاق اڑا دیتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

ان حالات میں ہم نے چند مخلصین کے تعاون سے اس امید پر صفہ فاؤنڈیشن کی بنیاد رکھی ہے کہ اس کے ذریعے دعوتِ دین کے کام کو از سرِ نو منظم، موثر اور نتیجہ خیز بنایا جا سکے تا کہ افرادِ اُمت مسلمہ کے ذوق دین فہمی کی تسکین ہو سکے اور ان کے عقائد و اعمال کی اصلاح کا سامان ہو سکے، نتیجتاً ان میں دین پر عمل پیرا ہونے کی تحریک پیدا ہو سکے۔ اور خدمت خلق کا داعیہ بیدار ہو سکے اور قرآن حکیم کے تصور انفاق کو معاشرے میں بالفعل رائج کیا جا سکے تا کہ ہم دکھی، مظلوم اور کمزور افراد کا سہارا بن سکیں اور ان کے دکھوں کا مداوا اور محرومیوں کا ازالہ کر سکیں۔ تفرقہ و انتشار سے بچتے ہوئے باہمی محبت، اخوت اور یگانگت کو فروغ دے سکیں۔

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ہمیں معاصر اشاعتی اداروں کی انتھک جدوجہد اور

ماضی میں دعوت دین کے لیے کی جانے والی گرانقدر خدمات کا کھلا اعتراف ہے بلکہ ہماری ادنیٰ کاوشیں انہی کا تسلسل ہیں۔ ہمیں اپنی کم مائیگی کا بھی پورا پورا احساس ہے۔ اس لیے نہ تو ہم بلند و بانگ دعووں کے متحمل ہیں اور نہ اپنے بارے میں کسی زعم میں مبتلا ہیں۔ ہم نے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی توجہات کے تصدق سے محض احساس ذمہ داری سے سرشار ہو کر اپنی جدوجہد کا آغاز کیا ہے۔

اغراض و مقاصد:

(1) عصری اور دینی علوم کے امتزاج پر مبنی نصاب تعلیم کے ذریعے ایسے رجال کار کی تیاری جو عصری تقاضوں کے مطابق دین وملت کی ہمہ پہلو خدمت کا فریضہ سرانجام دے سکیں۔

(2) عقائد و اعمال کی اصلاح کے لیے کتاب وسنت کی فکر پر مبنی ایمان افروز اور فکر انگیز دعوتی و تبلیغی لٹریچر کی اشاعت۔

(3) ائمہ، واعظین اور خطباء کی تربیت کے لیے مؤثر منصوبہ بندی اور عملی اقدام کے ساتھ ساتھ عامۃ المسلمین کی فکری و روحانی تربیت کے لیے سیمینارز اور مجالس کا اہتمام۔

(4) دکھی انسانیت کی خدمت کے لیے بیت المال کا قیام جس کے ذریعے تعلیم، صحت اور دیگر رفاہی شعبوں میں معاشرے کے مجبور و مستحق اور محروم افراد کی ہر ممکن مدد کی جا سکے۔

(5) صوفیاء کرام کے روشن افکار اور اثر انگیز تعلیمات کی ترویج و اشاعت اور مروجہ نظام خانقاہی و دعوت و تبلیغ کے اصلاح طلب پہلوؤں کو اجاگر کرنا اور اصلاح احوال کے لیے ضروری اقدام تجویز کرنا۔

(6) قومی اور بین الاقوامی سطح پر علمی و تحقیقی اور دعوتی و اشاعتی میدانوں میں سرگرم عمل اہل سنت کے اداروں، قلمکاروں اور دانشوروں کی صلاحیتوں کو مؤثر طور پر بروئے کار لانے کے لیے قابل عمل منصوبہ بندی اور عملی تدابیر کرنا تا کہ انہیں خدمت دین کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع بخش بنایا جا سکے۔

(7) نوجوان نسل کی علمی و عملی، فکری ونظریاتی اور روحانی واخلاقی تربیت کا مؤثر اہتمام جس کے ذریعے وہ انسانیت کی مخلصانہ اور ماہرانہ خدمت کے اہل ہوسکیں۔

(8) نوجوان نسل کو دہشت گردی اور انتہا پسندی کے مضر اثرات سے آگاہ کرنا اور ان میں خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدار کر کے انہیں مثبت اور تعمیری کاموں کے لیے بروئے کار لانا۔

(9) انسداد جرائم کے لیے مؤثر منصوبہ بندی اور عملی اقدام کرنا جس کے ذریعے نوجوان نسل کو جرائم اور منشیات کی لعنت سے نجات دلا کر ان میں صالحیت، ایثار اور خدمت خلق کا جذبہ بیدار کیا جاسکے۔

(10) مرکزی دارالافتاء کا قیام، جس کے ذریعے مختلف النوع، اہم ترین اور حساس معاملات پر اہل سنت کے مؤقف کی بھرپور ترجمانی ہوتا کہ اجتماعی رائے قائم کی جاسکے۔

منصوبہ جات (ان شاء اللہ)

☆......افادۂ عام کے لیے آسان، عام فہم، اور دلنشین لٹریچر کی اشاعت اور اس کی تقسیم

(نوٹ) فاؤنڈیشن ہذا کے زیر اہتمام مختلف اہم موضوعات پر اب تک متعدد کتب ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہیں۔ اور فاؤنڈیشن کے مخلص اراکین کی وساطت سے ملک اور بیرون ملک ہزاروں افراد میں مفت تقسیم ہو چکی ہیں۔ یہ سلسلہ بحمداللہ تعالیٰ نہ صرف جاری وساری ہے بلکہ روز افزوں ہے۔

☆......اندرون اور بیرون ملک متلاشیانِ علم دین کے لیے خصوصی خط وکتابت کورسز کا اجراء جس کے تحت انہیں صرف ڈاک کے اخراجات ادا کرنے پر کورسز مہیا کیے جائیں گے، اختتام پر کامیاب شرکاء کو اسناد جاری کی جائیں گی۔

☆......ائمہ، واعظین اور خطباء کی تربیت کے لیے مختصر دورانیے پر مشتمل ریفریشر کورسز کا انعقاد جن کے ذریعے انہیں قومی اور بین الاقوامی سطح کے نامور علماء کرام کے مواعظ سے استفادہ کا موقع فراہم کیا جائے گا۔